بانی: ڈاکٹر اسرار احمد

ماہنامہ

آئینہ انجمن

رجب المرجب، 1446ھ، جنوری 2025ء

شمارہ نمبر: 71

021 - 34993436 - 7

www.quranacademy.edu.pk

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ B-375 علامہ شبیر احمد عثمانی روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی

آئینہ انجمن

اس شمارے میں

01 فرمان باری تعالی و فرمان نبوی ﷺ
--- 02

02 عیسوی کلینڈر کا نیا سال اور امت مسلمہ
ڈاکٹر انوار علی ابرار 03

03 حمد باری تعالی و نعت رسول پاک ﷺ
اقبال عظیم / بہزاد لکھنوی 04

04 ملفوظات صدر مؤسس انجمن خدّام القرآن
ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ 05

05 اقتباس نگران انجمن خدّام القرآن
شجاع الدین شیخ 06

06 قرآن حکیم کی صرفی و نحوی تحلیل
عاطف محمود 07

07 دینی نظام تعلیم ۔۔۔ چند اصلاحات
مفتی امان اللہ قائم خانی 09

08 تربیت اولاد (پہلی قسط)
راشد افتخار 13

09 دجال اور سورۃ الکھف (پہلی قسط)
حافظ حذیفہ محمود 16

10 حیا بمقابلہ بے حیائی (دوسری قسط)
حافظ ریان بن نعمان 21

11 شان ذوالنورین
حافظ عبدالرافع ماجد 24

12 اساتذہ کی زیر نگرانی فتنوں کے جنگل سے۔۔
محمد ناصر 27

13 انجمن خدّام القرآن کے تحت جاری سرگرمیاں
ماہانہ رپورٹ 28

فرمان الٰہی جل جلالہ و فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَ اتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾ (آل عمران: 77 - 76)

ترجمہ: "کیوں نہیں جو کوئی پورا کرے اپنا اقرار اور وہ پرہیزگار رہے تو اللہ کو محبت ہے پرہیزگاروں سے، جو لوگ مول لیتے ہیں اللہ کے اقرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا سا مول اور کچھ حصہ نہیں آخرت میں اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف قیامت کے دن اور نہ پاک کرے گا ان کو اور ان کے واسطے عذاب ہے دردناک۔"

تشریح: عہد اس قول کا نام ہے جو فریقین کے درمیان باہمی بات چیت سے طے ہوتا ہے، جس پر جانبین کو قائم رہنا ضروری ہوتا ہے، بخلاف وعدہ کے کہ وہ صرف جانب واحد سے ہوتا ہے، یعنی عہد عام ہے اور وعدہ خاص ہے۔ ایفائے عہد کی قرآن و سنت میں بہت تاکید آئی ہے، چنانچہ اوپر کی آیت نمبر 77 میں بھی عہد کی خلاف ورزی کرنے والے پر پانچ وعیدیں مذکور ہیں۔ (1) ان کے لیے جنت کی نعمتوں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا، ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا حق دبا یا تو اس نے اپنے لیے آگ کو واجب کر دیا، راوی نے عرض کیا کہ اگر وہ چیز معمولی سی ہو تب بھی اس کے لیے آگ واجب ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا اگرچہ وہ درخت کی سبز ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔ (رواہ مسلم) (2) اللہ تعالیٰ ان سے خوش کن بات نہیں کریں گے۔ (3) اور اللہ تعالیٰ ان کی طرف قیامت کے دن رحمت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔ (4) اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہ کو معاف نہیں کریں گے، کیونکہ عہد کے خلاف کرنے کی وجہ سے عہد کا حق تلف ہوا ہے اور حق العبد کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کریں گے۔ (5) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ (تفسیر معارف القرآن۔۔۔ مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ)

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم، كَانَ يَقُولُ: لَا تُشَدِّدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدَّدَ عَلَيْكُمْ، فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ ﴿وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ﴾

ترجمہ: اور (سیدنا) انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: اپنے آپ پر سختی نہ کرو ورنہ اللہ تم پر سختی کرے گا کیونکہ ایک قوم نے اپنے آپ پر سختی کی تو اللہ نے اُن پر سختی کی، (پس اب) یہ ان کے صومعوں (راہبوں کے عبادت خانوں) اور خانقاہوں کے نشانات باقی رہ گئے ہیں۔ ﴿رہبانیت کی بدعت اُنھوں نے شروع کی تھی، (جبکہ) ہم نے اُن پر اسے لازم نہیں کیا تھا﴾

فقہ الحدیث: (1) شریعت میں جن امور کی اجازت اور رخصت موجود ہے، انہیں خوامخواہ اپنے آپ پر حرام یا ممنوع قرار نہیں دینا چاہیے بلکہ رخصت سے فائدہ اٹھانا ہی بہتر ہے۔ (2) غلو سے ہر وقت کلی اجتناب کرتے ہوئے ہمیشہ عدل و انصاف والا درمیانی راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ (3) سنت پر عمل میں ہی نجات ہے۔ (4) بدعات سے اجتناب ضروری ہے۔ (أضواء المصابیح فی تحقیق مشکوۃ المصابیح۔۔۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ)

عیسوی کلینڈر کا نیا سال اور امت مسلمہ

ڈاکٹر انوار علی ابرار
مدیر تعلیم انجمن خدام القرآن، سندھ کراچی

نئے سال کی مبارکبادیں، شور و غل، نئے عزم و ارادوں کا اظہار گزرے سال کی کامیابیوں اور ناکامیوں پر تبصرہ! آہ! یہ امت اپنا وجود تو کھو ہی چکی تھی اپنا وقار، اپنی تہذیب، اپنی پہچان غرض اپنے مان تک کو فراموش کر بیٹھی۔ دوسروں کے دنوں کو مناتے، غیروں کی رسموں پر اچھلتے کودتے یہ مسلمان!! نہ اسلام کے رہے نہ پاکستان کے!

اور اب تو ذہن سازی کا یہ عالم ہے کہ دین دار لوگ بھی اسی رو میں بہتے جارہے ہیں۔ مغلوبیت کے اس بدترین دور میں جسم نہیں بلکہ ذہن غلام ہیں۔
بات نئے سال کی نہیں شکوہ یہ نہیں کہ عیسوی سال منانا ہے یا اسلامی سال؟ مسئلہ تو یہ ہے کہ ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اسلام کی تعلیمات کسی دن کو منانے کا حکم نہیں دیتیں۔ ہاں عیدین میں رب تعالیٰ کا شکر بجالانا، نماز کے ذریعے اس کی بندگی کا اعتراف کرنا، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرنا اگر منانا کہلاتا ہے تو مان لیتے ہیں۔ غیروں نے بڑی سازش کی ہے، بڑی محنت کی ہے، ان کا حق ہے کہ وہ ہم پر راج کریں! افسوس کہ دین کے نام پر بھی یہ کھلواڑ جاری ہے اور لوگوں کو منانے کی دوڑ میں مصروف رکھنے والے ان کا خوب استحصال کر رہے ہیں جبکہ غلامانہ ذہنیت ان کے آگے مزید جھکی چلی جارہی ہے۔

سال کا حساب رکھنا تو انسان کی مجبوری ہے اور اللہ نے بھی سال میں 12 مہینے رکھے ہیں تاکہ انسان اپنے وقت کا حساب رکھ سکے اور ظاہر ہے کسی مہینے کو تو پہلا ماننا ہی پڑے گا۔ سوال یہ ہے کہ سال کے آغاز میں وہ کیا سوچ ہے جو ایک مسلمان کے ذہن میں آنی چاہیے؟ وہ کیا فکر ہے جو اس کو لاحق ہونی چاہیے؟ ایک ہی جواب ہے جو ہر اس ذہن میں آئے گا جس میں ایمان کی معمولی سی بھی رمق رہ گئی ہو اور وہ جواب ہے آخرت کی فکر، اس لمحہ کا احساس جب رب کے سامنے حاضری ہوگی اور ہر ہر عمل کا حساب ہوگا جو لمحہ بہت قریب ہے، یقین مانیے بہت قریب ہے۔ حساب رکھنے والوں کو یاد تو ہوگا ناکہ غزہ کے بے کس و مجبور نہتے مسلمان مردوں، عورتوں اور معصوم بچوں پر ظلم و ستم بھی ایک سال اور تین مہینوں سے جاری ہے!!!!

بہرحال ایک منزل پار ہوئی، طے شدہ زندگی کا ایک اور سال کم ہوگیا، ایک باب مکمل ہوگیا، حیات دنیوی کی کتاب ختم شد کے قریب آ لگی، آہ! کیا کھویا کیا پایا؟ اپنے رب کے قریب ہوا کہ دور؟ اس کو راضی کیا کہ ناراض؟ جنت کے حقداروں میں رہا یا خدانخواستہ محروموں میں؟ اگر یہ سوچ یہ فکر اس وقت ہمارے ذہنوں میں ہے اور اسے منانا کہتے ہیں تو آیئے سب مل کر مناتے ہیں نیا سال نیا مہینہ، نیا ہفتہ، نیا دن!! آئیں سب مل کر مناتے ہیں۔

حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہ
و
نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ناموں میں فقط نام خدا سب سے بڑا ہے
صد شکر کہ ہونٹوں پہ مرے اس کی ثنا ہے

وہ کہکشاں ہو کہ مہہ و مہر درخشاں
ہر نور کے پیکر میں وہی جلوہ نما ہے

یہ رنگ، یہ خوشبو، یہ بہاریں، یہ فضائیں
جو کچھ ملا ہے ہمیں خود اس نے دیا ہے

وہ حاتمِ دوراں ہو کہ قارونِ زمانہ
اللہ کی سرکار میں صرف ایک گدا ہے

توفیق اطاعت بھی وہی دیتا ہے ہم کو
بھٹکے ہوئے ذہنوں کا وہی راہنما ہے

عالم میں کوئی شے نہیں جو اس سے بڑی ہو
وہ خود بھی بڑا اس کا تحکم بھی بڑا ہے

اقبال عظیم

نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آنکھ فدائے روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
قلب نثار کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خوشبوئے کونین سے بہتر، پھولوں سے بر تر کلیوں سے بڑھ کر
خوشبوئے گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دنیا میری ذکر مدینہ، دین مرا دیں شہ بطحا
ایماں مرا روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

چشم و نظر کا ذکر ہی کیا ہے، ذکر ہی کیا ہے فکر ہی کیا ہے
کہتا ہے دل چل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

روح ہے لرزاں دل ہے پریشاں آنکھ ہے تر چہرہ افسردہ
لائی صبا پھر بوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

رنج و الم کب میں مرے شایاں کیوں نہ رہوں بہزاؔد میں شاداں
بن کے گدائے کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بہزاؔد لکھنوی

ملفوظاتِ صدرِ مؤسّس انجمن خدّام القرآن، کراچی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ

”اللہ کی اس بندگی کا مطلب ہے ہمہ تن، ہمہ وقت، ہمہ وجوہ اللہ کی اطاعت، اللہ کے احکام کی پابندی، اللہ کے اوامر ونواہی پر کاربند ہونا۔ اور یہ جزوی نہیں، کیونکہ جزوی اطاعت، اطاعت نہیں ہے، وہ تو استہزا اور تمسخر ہے۔ آپ نے میرا ایک حکم مانا اور دوسرا حکم پاؤں تلے روند دیا تو کیا یہ اطاعت شمار ہوگی؟ اللہ کی اطاعت وہی ہے جو کہ ہمہ تن اور ہمہ وجوہ ہو، چنانچہ اس کے تمام احکام کی اطاعت مطلوب ہے۔ اگر آپ نے اللہ کے کچھ حکم مان لیے اور کچھ نہیں مانے تو ذرا اپنے اس طرز عمل کا تجزیہ کیجیے۔ آپ نے جو حکم مانے وہ اس لیے کہ آپ کے نفس نے ان کو مان لیا، پسند کر لیا، گوارا کر لیا اور جو نہیں مانے وہ اس لیے نہیں مانے کہ آپ کے نفس نے ان کو پسند نہیں کیا۔ دونوں حالتوں میں آپ اپنے نفس کی اطاعت کر رہے ہیں۔ آپ نے اللہ کا جو حکم مانا ہے وہ اس لیے نہیں مانا کہ وہ اللہ کا حکم ہے، بلکہ اس لیے مانا کہ آپ کے نفس نے آپ کو اس کی اجازت دی ہے۔ اگر آپ نے اسے اللہ کے حکم کی حیثیت سے مانا ہوتا تو آپ دوسرا حکم بھی مانتے، کیونکہ وہ بھی اللہ ہی کا ہے۔ (تنظیم اسلامی کی دعوت)“

اقتباس نگرانِ انجمن خُدّامُ القرآن، کراچی

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

بھائیو! ذرا غور کیجیے ۔ سورۃ الاحزاب کی آیت 21: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ہم یقیناً بیان کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس آیت کے سیاق و سباق میں غزوۂ احزاب کا بیان ہے۔ اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ نے پیٹ پر پتھر بھی باندھے، فاقہ بھی برداشت کیا، خندقیں بھی کھودیں، اور اس طرح کے باقی معاملات بھی تھے۔ لیکن گھر کے اندر رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ کیا تھا؟ اس کے بارے میں ہمارے سامنے گھر کی گواہیاں نہیں آ رہی ہیں؟ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیا فرما رہی ہیں! آپ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کیسے رہتے ہیں؟ وہ بتاتی ہیں کہ ایک عام انسان کی طرح رہتے ہیں، آرام بھی فرماتے ہیں، قیام بھی فرماتے ہیں، اور گھر کے کام کاج میں ہاتھ بھی بٹاتے ہیں (یہ اسوہ ہم لوگ بھول جاتے ہیں)، اپنے جوتے میں ٹانکا لگا لیتے ہیں، کپڑوں میں پیوند لگا لیتے ہیں، بکری کا دودھ نکال لیتے ہیں اور برتنوں کو سمیٹ دیا کرتے ہیں۔ آج کوئی مرد ہمارے معاشرے میں یہ کام کرے تو اسے کہتے ہیں "زن مرید" ----- انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک مسلمان اور رسول اللہ ﷺ کا امتی یہ جملہ کیسے کہہ سکتا ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرما دیا کہ آپ ﷺ گھر میں کیسے رہا کرتے تھے۔ (ہم اور ہمارا گھر)

قرآن حکیم کی منتخب سورتوں کی صرفی و نحوی تحلیل

سورۃ الملک

عاطف محمود

ناظم تعلیم و استاذ، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

سورۃ الملک (آیت 14 اور 15)

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝۱۴

ترجمہ: بھلا جس نے پیدا کیا وہی نہ جانے؟ جبکہ وہ بہت باریک بین، مکمل طور پر باخبر ہے۔

لغوی و صرفی تحقیق:

يَعْلَمُ	ع ل م (س)	فعل مضارع معروف	صیغہ واحد مذکر غائب	وہ جانتا ہے
خَلَقَ	خ ل ق (ن)	فعل ماضی معروف	صیغہ واحد مذکر غائب	اس نے پیدا کیا
اللَّطِيْفُ	ل ط ف (ن)	اسم المبالغہ	صیغہ واحد مذکر	انتہائی باریک بین
الْخَبِيْرُ	خ ب ر (ن)	اسم المبالغہ	صیغہ واحد مذکر	خوب خبر رکھنے والا

نحوی ترکیب:

اَ	لَا	يَعْلَمُ	مَنْ	خَلَقَ	وَ	هُوَ	اللَّطِيْفُ	الْخَبِيْرُ
حرف استفہام	نافیہ			فعل ماضی+فاعل (ھو)	حالیہ	مبتدا	خبر نمبر1	خبر نمبر2
			اسم موصول	جملہ فعلیہ (صلہ)		جملہ اسمیہ خبریہ (حال خلق کے فاعل کا)		
		فعل مضارع	فاعل					
	جملہ فعلیہ							

آیت نمبر 15:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۝۱۵

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو نرم کر دیا ہے اس کے راستوں پر چلو پھرو اور اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ! اور اسی کے حضور تمہیں دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔

لغوی و صرفی تحقیق:

جَعَلَ	ج ع ل (ف)	فعل ماضی معروف	صیغہ واحد مذکر غائب	اس نے بنایا
ذَلُوْلًا	ذ ل ل (ض)	اسم المبالغہ	صیغہ واحد مذکر	نرم، تابع، مسخر
امْشُوْا	م ش ی (ض)	فعل امر	صیغہ جمع مذکر حاضر	تم سب چلو

مَنَاكِبِ	ن ک ب (ن،س)	اسم الظرف	صیغہ جمع مذکر	کنارہ، کندھا، راستہ
كُلُوْا	ا ک ل (ن)	فعل امر	صیغہ جمع مذکر حاضر	تم سب کھاؤ
النُّشُوْرُ	ن ش ر (ن،ض)	اسم	صیغہ واحد مذکر	دوبارہ زندہ کرنا

نحوی ترکیب :

هُوَ	الَّذِیْ	جَعَلَ	لَكُمُ	الْاَرْضَ	ذَلُوْلًا
		فعل ماضی + فاعل (ھو)	جار+مجرور (متعلق)	مفعول نمبر1	مفعول نمبر2
	اسم موصول	جملہ فعلیہ خبریہ (صلہ)			
مبتداء	خبر				
جملہ اسمیہ خبریہ					

فَ	امْشُوْا	فِیْ	مَنَاكِبِهَا	وَ	كُلُوْا	مِنْ	رِّزْقِهٖ
عطف			مضاف+مضاف الیہ	عطف			مضاف+مضاف الیہ
		جار	مجرور			جار	مجرور
	فعل امر+فاعل (أنتم)	متعلق			فعل امر+فاعل (أنتم)	متعلق	
	جملہ فعلیہ انشائیہ				جملہ فعلیہ انشائیہ (معطوف)		

وَ	اِلَيْهِ	النُّشُوْرُ
عطف	جار+مجرور	
	خبر مقدم	مبتداء موخر
	جملہ اسمیہ خبریہ استینافیہ	

(جاری ہے۔۔۔)

دینی نظام تعلیم ۔۔ چند اصلاحات

مفتی امان اللہ قائم خانی

استاذو مسئول شعبہ تصنیف و تالیف، قرآن اکیڈمی، یاسین آباد

دنیا و آخرت میں کامیابی کا حصول اس دنیا میں ہر شخص کا محور نظر ہے۔ چنانچہ اسی کی ایک مستقل فکر لیے ہر انسان اس دنیا میں پلتا بڑھتا اور نشوونما پاتا ہے۔ اور تقریباً پوری ہی زندگی اس فکر کے محور میں گزارتا ہے۔ اور چونکہ یہی فکر اس کے پورے وجود میں سرایت کر جاتی ہے تو لازماً فطری تقاضوں کے تحت اس کی تمنائے جاں یہی ہوتی ہے کہ اس کی اولاد اور ہر وہ شخص جس سے وہ محبت کرتا ہے وہ بھی کامیابیوں سے ہمکنار ہو۔ چنانچہ ہمارے سامنے اپنی اولاد کی کامیابیاں یقینی بنانے کے لیے اولین مرحلہ ان کی تعلیم و تربیت ہوتی ہے۔ کیونکہ بچہ اگر عمر کے ابتدائی مرحلے میں ہی تعلیم و تربیت کے مناسب سانچے میں ڈھل جائے تو آئندہ کی زندگی میں کامیابیاں اس کے قدم چومیں گی۔ لیکن اگر اس پہلے مرحلے میں اس کی تعلیم یا تربیت میں کوئی کمی رہ جائے تو والدین و سرپرست حضرات کو ایسے بچے کا مستقبل مخدوش ہی نظر آتا ہے اور وہ ہمیشہ اس بات پر فکر مند رہتے ہیں کہ اس بچے کا مستقبل کیا ہوگا۔ بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ:

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

یعنی اگر کاریگر کسی عمارت کی پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھ دے تو وہ عمارت خواہ ثریا ستارے تک اونچی ہو ٹیڑھی ہی پروان چڑھے گی۔ اس لیے والدین بچے کی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے جس اولین مرحلے کا انتخاب کرتے ہیں وہ اسکول ہوتا ہے۔ بہر حال سلیم الفطرت اور مستقیم الطبع والدین اس مرحلے میں ایسے اسکول کا انتخاب کرتے دکھائی دیتے ہیں جہاں دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم و تربیت بھی کی جائے۔ اور عمر کے اس ابتدائی مرحلے میں وہ اپنے اس گوشۂ جگر کی کامیابی کی بنیادیں رکھنے کے لیے اس کا ہاتھ اسکول انتظامیہ کے ہاتھوں میں تھام آتے ہیں جہاں بچوں کی مناسب تعلیم کے ساتھ ضروری تربیت پر توجہ دی جاتی ہے۔

تعلیم میں استاد کا کردار اور مقام:

چنانچہ اس موقعے پر ایک استاد کا کردار نمایاں نظر آتا ہے۔ جس کی تعلیم و تربیت ہی اس بچے کی بنیاد بننے والی ہے۔ عربی میں استاد کو معلّم کہا جاتا ہے۔ معلم جس طرح اپنی زبان سے بچوں کو علم سکھاتا ہے اسی طرح اپنے اخلاق و اقوال اور رویوں سے بھی بہت سی چیزیں بچوں کے دماغ میں راسخ کرتا ہے۔ خواہ خود معلم اس چیز سے ناآشنا ہی ہو مگر حقیقت یہی ہے کہ بچے اپنے معلم یا معلمہ کی صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ اس کے معاملات اور رویوں کو جیسا دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں اس سے بھی بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی بچے کے ذاتی وجود میں جتنا بڑا کردار اس کے والدین کا ہوتا ہے اتنا ہی بڑا کردار اس بچے کے اخلاقی و تعلیمی وجود میں ایک معلم یعنی استاد کا ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر معلم اپنے زیر تعلیم بچوں کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہی اسے تعلیم دیتا ہے، اور اسی طرح اسے رویے اور اخلاق سے ہمکنار کرنے میں اس کا بھی ایک بڑا حصہ ہوتا ہے۔ لہذا ایک معلم کے لیے محض یہی کافی نہیں ہوتا کہ وہ بچوں کو روز کا سبق اچھی طرح پڑھا یا رٹا دے بلکہ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ ان بچوں کے ساتھ اعلیٰ ترین اخلاق اور رویوں کو بروئے کار لائے جنھیں سیکھ کر وہ ایک اچھا انسان بن سکیں۔ چنانچہ ہم اس مضمون میں معلم کے اخلاق اور رویوں پر بات

کرتے ہوئے کچھ تجزیات اور حل پیش کرتے ہیں۔ اور چونکہ ہمارا مرکز کلام خاص اسلامی تعلیم ہے اس لیے ہم اپنے موضوع کو قدرے سمیٹتے ہوئے دنیاوی تعلیمی معاملات اور اداروں کی طرف روئے سخن لے جانے سے اجتناب برتیں گے۔ گوکہ شدید ضرورت اسی بات کی ہے کہ دنیاوی تعلیمی اداروں کے اسلوب تعلیم اور مضامین تعلیم پر خاص کر بات کی جائے تاہم اس موضوع پر کلام کرنے سے بات کافی طویل ہوتی چلی جائے گی۔ اور زیر نظر مضمون اس طوالت کا متحمل نہیں۔

دور جدید میں اسلامی تعلیم اور اس کے مسائل:

دینی رجحان رکھنے والے بہت سے والدین عموماً اپنی اولاد کی دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کے لیے زیادہ فکر مند ہوتے ہیں اور وہ اپنی اولاد کو عموماً اسکول کی ابتدائی تعلیم دلوانے کے بعد دینی مدارس کا رخ کرتے ہیں۔ جہاں ان کا مطمح نظر اپنی اولاد کی دینی تعلیم اور دینی تربیت ہوتی ہے۔ اور عمومی رجحان کے مطابق وہ اپنی اولاد کو حفظ قرآن سے دینی تعلیم شروع کروانا چاہتے ہیں۔ دنیا بھر میں اور خصوصاً مملکت خداداد پاکستان میں دینی مدارس بغیر کسی سرکاری مدد کے اور زیادہ تر مدارس طلبہ تک سے فیس لیے بغیر اپنی تمام تر شرعی واخلاقی ذمہ داریوں کو بحمد اللہ بخوبی جاری وساری رکھے ہوئے ہیں جہاں سے ہر سال ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں طلبہ دین اسلامی تشخص کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیم کے زیور سے مالامال ہوتے ہیں۔ والدین کا اپنی اولاد کو دینی مدارس کی طرف لے جانا مدارس پر ان کے اعتماد کا بین ثبوت ہے۔

تاہم حفظ قرآن کی تعلیم میں تاحال اصلاحات کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ اب بہت سے مدارس دینیہ نے ان مسائل کو بھانپ کر انہیں بہت بڑی حد تک حل کرلیا ہے مگر اب بھی عمومی سطح پر مدارس کا یہ شعبہ اصلاح کا متقاضی نظر آتا ہے۔ ہم جس غلطی کی اصلاح کی جانب اشارہ کر رہے ہیں وہ ہے طالب علم کے ساتھ معلم کا غیر مہذب رویہ اور سزا میں مار پیٹ کا عمل دخل۔ عموماً ہوتا یوں ہے کہ بچے کو معلم ایک خاص مقدار میں سبق یا منزل وغیرہ یاد کرنے کی ذمہ داری سونپتے ہیں، مگر کسی وجہ سے بچہ اتنے سبق کو یاد نہیں کرتا تو معلم اس کے لیے کوئی سزا تجویز کرتا ہے۔ اور عام طور پر سزا میں غیر مہذب رویہ، مار پیٹ اور تذلیل جیسے عوامل شامل ہوتے ہیں۔ تاکہ بچہ اپنے سبق یاد نہ کرنے کے نتیجے سے ڈرے اور آئندہ اپنا سبق یاد کرکے آئے۔ بہر حال اس کا عمومی اثر بھی یہی ہوتا ہے کہ بچہ اپنی سزا کے خوف سے خاص کر اپنا سبق یا منزل وغیرہ یاد کرتا ہے۔ یہ معاملہ شرعی حدود میں رہنا ضروری ہے لیکن بعض اوقات بلکہ بسا اوقات یہ معاملات حد سے متجاوز اور غلو میں داخل ہوتے نظر آتے ہیں۔ جس کی فکر کی بنا پر عموماً والدین اور بچہ دونوں ہی خائف رہتے ہیں اور کبھی کبھار اس کا نتیجہ یہ بھی نکل آتا ہے کہ بچے کے والدین معلم سے جھگڑنے کے بعد اپنے بچے کو کسی اور مدرسے میں داخل کر دیتے ہیں اور بعض اوقات وہ مدرسہ کی تعلیم ہی سے بچے کو نکلوا لیتے ہیں۔ اور اکا دکا نتائج دینی تعلیم ہی سے بیزاری کی صورت میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جس کے باعث یہ معاملہ یقیناً باعث تشویش اور قابل اصلاح ہے۔

مار پیٹ کے نفسیاتی محرکات وعوامل اور نقصانات:

اگر مقصد بچے کو سبق یا منزل وغیرہ یاد کروانا ہی ہے تو اس کے لیے اسے پیار اور محبت سے سمجھانا، اس کے والدین کو بلا کر ان میں فکر پیدا کرنا کہ وہ بچے کو سمجھائیں اور اسے تعلیم کی جانب توجہ دلانے میں اپنا کردار ادا کریں، اور اسی طرح چھوٹی موٹی سزائیں مثلاً کچھ دیر کے لیے اسے کھڑا کر دینا وغیرہ بھی بہت کار آمد ثابت ہوتی ہیں۔ ایسے میں بچوں کو حد میں رہ کر یا حد سے بڑھ کر مار پیٹ کرنا ہی کوئی اکلوتا حل نہیں رہ جاتا جسے اختیار کرنا ناگزیر ہو جائے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو بچے کی مار پیٹ یا تذلیل کے پیچھے صرف یہی محرک نہیں جو بیان کیا گیا بلکہ بسا اوقات اس کے علاوہ بھی بہت سے محرکات اور عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر کوئی معلم بچے کی سزا میں حد شریعت سے زیادہ غلو کرنے لگتا ہے۔ جن کی بنا پر استاذ زیر تعلیم طلبہ کے ساتھ مار پیٹ والا رویہ روا رکھتا ہے۔ مثلاً:

1: استاد طبعی طور پر انتہائی سخت مزاج ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے طلبہ کے ساتھ انتہائی سختی والا رویہ اپنائے رکھتا ہے۔ اور چھوٹی چھوٹی اغلاط پر

بھاری بھرکم سزا دیے بغیر استاد کو کوئی تشفی نہیں ہوتی۔ اس کا تدارک یہ ہے کہ ادارے کی انتظامیہ ایسے اساتذہ پر خاص نظر رکھے۔ اور ضرورت محسوس ہونے پر ان سے متعلق ضروری کارروائی کرتے ہوئے انہیں ادارے کے دیگر شعبوں میں خدمات کا موقع دیں، کیونکہ ایسے افراد کے ہاتھوں میں طلبہ کی تعلیم کا معاملہ سونپنے سے کہیں اچھا ہے کہ انہیں طلبہ کی محض خدمت کا کوئی موقع دیا جائے۔ اس سے خود ان افراد کی اصلاح بھی ہو سکے گی۔

2: سخت گرفت کرنے والے اساتذہ سے طلبہ بھی خوف زدہ رہتے ہیں، اس لیے بسا اوقات ایک طالب علم اپنا یاد کیا ہوا سبق بھی محض اس وجہ سے بھول جاتا ہے کہ اس کے سامنے اس کے دوسرے ساتھی کی سخت پٹائی کی گئی ہے۔ اور جب یہ طالب علم اپنا سبق بھول جاتا ہے تو نتیجتاً اس کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوتا ہے جس نے اسے خوف زدہ کیا تھا۔

3: استاد صاحب کا ایسا وقتی غصہ جو خارجی وجوہات کے باعث پیدا ہوتا ہے، ایسے میں ہونا یہ چاہیے کہ استاذ اپنے غصے کو قابو میں لائے یا غصہ بے قابو ہونے کی صورت میں درسگاہ سے غیر حاضر رہے۔ مگر ہوتا یوں ہے کہ استاذ اپنا سارا غصہ درسگاہ میں موجود ان طلبہ پر نکال بیٹھتا ہے جن سے سبق وغیرہ میں کچھ اونچ نیچ ہوئی ہو۔ اس مسئلے کا حل یہی ہے کہ استاذ اس بات کا خاص اہتمام رکھے کہ کسی خارجی غصے یا شدید اضطراب کی حالت میں تعلیمی مصروفیت جاری نہ رکھے، بلکہ درس گاہ سے باہر چلا جائے تا آنکہ غصہ یا اضطراب مضمحل ہو جائے۔

4: عموماً سمجھا یہ جاتا ہے کہ حفظ قرآن ایک ایسا معاملہ ہے جس میں بچوں کو مارے پیٹے بغیر حفظ کروانا ممکن ہی نہیں۔ جب ہم نے پڑھا تو بھی ماریں کھائی تھیں اور ہمارا پڑھانا بھی اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم بچوں کو سخت سے سخت سزا دیں۔ اور یہ تاثر اس قدر عام ہے کہ بسا اوقات تو خود والدین ہی استاذ صاحب کو اس بات کا مکلف بناتے ہیں کہ اگر بچہ سبق یا حاضری میں کوتاہی کرے تو وہ بچے کو مار پیٹ کر سزا دیں، ایک وقت میں والدین کی زبانی ایک عام سا مقولہ یہ سنا جاتا تھا کہ اس بچے کو حافظ قرآن بنانا ہے، جتنی بھی سخت مار پیٹ کرنی پڑے، "اس کی ہڈی ہماری اور کھال تمہاری" انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس خاص پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے تعلیم و تدریس کا فریضہ سر انجام دیا جائے تو اس طرح کے معاملات اکثر وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ کبھی کسی طالب علم کا ہاتھ ٹوٹ گیا، کوئی طالب علم مار کھاتے کھاتے بیہوش ہو گیا تو کسی کے جسم پر ڈنڈوں کے نشانات پڑ گئے، کوئی زخمی ہو گیا۔ یاد رکھیں کہ ذہن میں قائم یہ عمومی تاثر انتہائی بڑی غلط فہمی ہے۔ ہم دنیاوی فنون پڑھنے والے بچوں اور بڑوں پر نظر دوڑائیں تو دیکھتے ہیں کہ ہوائی جہاز کا ایک پائلٹ جو انتہائی اہم ترین ذمہ داری ادا کر رہا ہے، سینکڑوں لوگوں کی جان اس وقت بظاہر اس کے رحم و کرم پر ہوتی ہے مگر اس سے پوچھا جائے کہ کیا دوران تعلیم آپ نے کبھی کوئی ڈنڈا یا تھپڑ کھایا؟ تو اس کا جواب ہو گا کہ نہیں! آگے چلیے ہم ایک انجینئر کو دیکھتے ہیں جو بڑی بڑی عمارتوں کو تعمیر کرتا ہے، ان کے نقشے پاس کرتا ہے، یعنی اس کے رحم و کرم پر بھی بظاہر ان تمام لوگوں کی جانیں ہوتی ہیں جو اس بلڈنگ میں کام کریں گے۔ ایسے شخص سے اگر وہی سوال پوچھا جائے تو اس کا جواب بھی پائلٹ سے مختلف نہ ہو گا۔ الغرض دنیا کے تمام شعبہ جات میں معاملہ یہی ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ دینی تعلیم پڑھنے والا طالب علم بغیر ڈنڈے یا تھپڑ کھائے نہیں پڑھ سکتا؟ حالانکہ قرآن مجید تو وہ کتاب ہے جس کے بارے میں حق جل شانہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم نے اس قرآن کو ذکر کے لیے آسان کر دیا ہے۔ (القمر: 17)

اس جدید دور میں لبرل و ماڈرن اور مادہ پرستانہ افکار کے تعفن سے بچ جانے والے خوش قسمت والدین ہیں ہی کتنے؟ ان چند والدین کو بھی اگر دینی تعلیم کا چہرہ اس طرح بنا کر پیش کیا جائے گا تو کیا ان سے اچھی توقعات رکھنا درست ہو گا؟ ہرگز نہیں۔ تاہم یہ خوش آئند بات ہے کہ اب بہت سے دینی اداروں نے اس رویے پر قابو پا لیا ہے یا ایسے نظم بنا لیے ہیں جو اس رویے پر قابو پانے میں مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن اگر رویہ یہی سخت گیری والا رہا جواب بھی اکثر اداروں کا ہے تو ہم اس رویے سے دنیا کو مذہبی تعلیم کے بارے میں کیا تاثر دینا چاہتے ہیں؟ یہی کہ ہماری تعلیم بغیر ظلم اور جبر کے نہ تو پڑھائی جا سکتی ہے اور نہ حاصل کی جا سکتی ہے؟ اعاذنا اللہ من ذلک۔

5: طلبہ کے ساتھ غیر مہذب یا غیر شائستگی پر مبنی رویہ عموماً اس لیے اپنایا جاتا ہے کہ استاذ کا اپنا تعلق کسی دیہات یا دور دراز علاقوں سے ہوتا ہے یا ان

کی زبان ان طلبہ کی زبان سے مختلف ہوتی ہے جہاں لہجوں اور انداز میں تہذیب وشائستگی کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ اس کا حل خالص ادارے کی انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ادارے میں تدریس کے لیے باقاعدہ تربیت یافتہ اساتذہ کا انتخاب کریں۔ یا جن اساتذہ کا انتخاب مقصود ہو پہلے ان کی تعلیمی واخلاقی تربیت پر مختصر یا طویل دورانیے کا کوئی کورس کروایا جائے۔ تاکہ طلبہ کو مختلف اور بیہودہ القابات سے پکارنا، ان کی تذلیل کرنا یا غیر شائستہ الفاظ سے تخاطب کی کوئی شکایت پیش نہ آئے۔

6: بعض اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ جن طلبہ کے والدین بچے کی تعلیم یا طریقۂ تعلیم سے متعلق کوئی شکایت کردیں تو استاذ کا رویہ اس خاص طالب علم کے ساتھ معاندانہ یا نظراندازی پر مبنی ہوجاتا ہے۔ جس کی بنا پر استاد یا تو اس طالب علم کو اپنی مار پیٹ یا تنقید وطنز کا نشانہ بناتا ہے یا پھر اس طالب علم کی پڑھائی اور اس پر توجہ سے مکمل طور پر اعراض برتنے لگتا ہے۔ اس طرح اصل موقع تو اصلاح کا تھا یعنی ضرورت اس بات کی تھی کہ بچے کے والدین کی شکایت سننے پر اپنی کوئی کوتاہی نظر آتی ہے تو اس کی اصلاح کی جائے، اور انہیں مطمئن کیا جائے۔ لیکن اس کے برعکس ہوتا یہ ہے کہ خود ایک غلطی پر اصرار کرکے کوتاہی کے بھی مرتکب ہوتے ہیں اور دوسری طرف بچے کی تعلیم پر اس شکایت کے بہت گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، جس کی بنا پر یہ بچہ اب اس استاذ کے پاس پڑھ نہیں پاتا۔

کچھ جگہوں میں ایسا رویہ بھی بہت زیادہ دیکھنے میں آتا ہے کہ بچے کے والدین کی شکایت پر بجائے توجہ دینے کے یوں کہہ دیا جاتا ہے کہ اگر آپ کو یہ ادارہ سمجھ نہیں آتا تو اپنے بچے کو کسی اور ادارے میں داخل کروادیں۔ گویا بزبان حال یوں کہا جاتا ہے کہ ہم اصلاح کے نہ طالب ہیں اور نہ ہی قابل، لہذا آپ خود ہی اصلاح کیے ہوئے لوگوں کو ڈھونڈلیں۔ یہ رویہ اہل دین کے لیے بہرحال تشویش کا باعث ہے۔ اگر دینی اداروں کی انتظامیہ اپنی اصلاح کرنے کے قابل نہیں تو ہم کیونکر امت کی فکر دل میں لیے بیٹھے ہیں کہ کاش امت کی اصلاح ہوجائے۔

بہرحال یہ مختصر طور پر چند وجوہات وعوامل اور ان کے تدارک پر بات کی گئی ہے۔ ہر دینی ادارے کو چاہیے کہ وہ استاذ کو نرم گفتار وکردار کے ساتھ ساتھ حدود شریعت کا بھی پابند رکھے کہ طلبہ کو ایسی کوئی سزا نہ دی جائے جو خلاف شریعت ہو۔ یعنی ان کے چہرے یا سر پر نہ مارے یا اتنا شدت کے ساتھ نہ مارے کہ بچے کے جسم پر نشانات پڑجائیں، اور اسی طرح بلاوجہ یعنی اپنے غصے کی وجہ سے بچے کو کسی قسم کی سزا نہ دے، بچے کو طنز، تضحیک یا تذلیل کا نشانہ نہ بنائے، اور اسی طرح جب تک بچے کا کوئی قصور واقعتاً ثابت نہ ہوجائے اسے کسی قسم کی سزا کے قابل نہ سمجھے۔

ہاں یہ بات تسلیم کہ سزا کے بغیر کسی بھی تعلیم کا حصول خواہ دینی ہو یا دنیاوی ہو بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے اگر سزا دینی ہی ہو تو بجائے مار پیٹ کے بچے کو کچھ دیر کھڑا رکھیں، یا وقتی طور اس پر ایسی پابندیاں عائد کی جائیں جن کی بنا پر اس میں اپنی غلطی یا کوتاہی کا احساس شدت پکڑے۔

والدین سے گزارش:

آخر میں دینی تعلیم کے ضمن میں ایک گزارش والدین سے بھی کرنا ضروری ہے۔ جب والدین دیکھیں کہ ان کا بچہ سال یا دوسال مدرسے میں حفظ قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اپنے دیگر ہم سبق بچوں سے بہت زیادہ پیچھے رہ گیا ہے تو معاملے کو ذرا سمجھنے کی کوشش کریں کہ اس وقت بچے پر زیادہ سختی کرنے کی بجائے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی تعلیم کے بارے میں سوچا جائے کہ ہر بچہ ضروری نہیں کہ حافظ قرآن ہی بنے بلکہ بہت سے بچے دینی تعلیم کو حفظ قرآن کے بغیر بھی عربی اور علوم دینیہ پڑھ کر تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ کا بچہ قرآن مجید کے الفاظ کا رٹا لگانے میں اچھی صلاحیت کا حامل نہ ہو مگر اس میں عربی اور دیگر دینی علوم سیکھنے کی صلاحیت بے پناہ ہو۔ اس لیے اس ایک نکتے پر اصرار کرنا بھی درست نہیں کہ ہمارا بچہ حافظ قرآن ہی بنے۔ بسا اوقات والدین کا یہ شوق اور اصرار بھی بچے پر بے جا سختی کرنے میں مؤثر عامل بنتا ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے بچے کی صلاحیت اور قابلیت پر غور کرتے ہوئے اس کے لیے تعلیمی میدان کا انتخاب کیا جائے تاکہ بچہ دین کی تعلیمات سے بہرحال آراستہ ہوکر خدمت دین کے جذبات سے سرشار ہو اور اپنے والدین کے لیے صدقہ جاریہ بن سکے۔

بقیہ: صفحہ نمبر 26 پر .....

تربیت اولاد۔۔۔(پہلی قسط)

راشد افتخار

ناظم شعبۂ رابطہ، قرآن اکیڈمی، یاسین آباد

موضوع کی اہمیت و تعارف :

دینِ اسلام نے مربیوں (تربیت کرنے والوں) کو بچوں کی بہترین تربیت پر ابھارا ہے، جس کی ابتدا پیدائش ہی سے ہوتی ہے۔ مربی چاہے ماں باپ ہوں، معلم و استاذ ہو یا معاشرہ کا نگران، یہ لوگ جب اپنی ذمہ داری پوری کریں گے تو اس سے ایک طرف وہ اپنی فریضے سے سبکدوش ہوں گے اور دوسری طرف خصوصیات و امتیازات کا حامل مثالی معاشرہ وجود میں آئے گا۔ قرآن کریم اور احادیث میں جا بجا اِن حضرات کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کا حکم دیا گیا اور اس فریضے میں کوتاہی سے ڈرایا گیا ہے۔ اسی سلسلے میں سورۃ التحریم کی آیت 6 انتہائی اہم مقام ہے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝۶

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اُس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے، بجا لاتے ہیں۔

اور مسند احمد کی حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے :

مُرُوا صِبْيَانَكُمْ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغُوا سَبْعًا، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا إِذَا بَلَغُوا عَشْرًا، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ. (رقم الحديث: 6689)

"جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو اُنہیں نماز کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز چھوڑنے پر اُن کو مارو اور اُن کے بستر الگ کر دو۔"

اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ نے ماں باپ کے ذمہ اولاد کی تربیت کو ضروری قرار دیا ہے اور جو چیز ضروری اور لازم ہو اس میں اختیار نہیں ہوتا۔ اگر اس کام کو نہیں کریں گے تو پکڑ ہوگی۔ اچھی تربیت اولاد کا والدین پر انتہائی اہم حق ہے جو اُن کو ادا کرنا چاہیے۔ اب اس کے لیے لازم ہے کہ ماں باپ دونوں خود بھی دینی سمجھ بوجھ رکھنے والے ہوں۔ دینِ اسلام نے تجرد کی زندگی کو ناپسند کرتے ہوئے انسان کو نکاح کی طرف رغبت دلائی ہے۔ اسلام کا نظامِ نکاح بے شمار منافع اور قومی و معاشرتی فوائد کا مجموعہ ہے اور یہی اولاد کے حصول کا موجب بھی ہے۔ اُس کے بعد تربیتِ اولاد میاں بیوی یعنی ماں باپ دونوں کی باہمی ذمہ داری ہے اسی وجہ سے شادی کے لیے انتخاب کا معیار دین کو بنانا چاہیے تاکہ آگے چل کر میاں بیوی دونوں اپنی اولاد کی تربیت بھی بہترین اسلامی بنیادوں پر کرکے معاشرے میں بہترین افراد کا اضافہ کرنے میں کامیاب ہوں۔

تربیتِ اولاد کی معاشرتی اور قومی اہمیت :

بچے اللہ تعالیٰ کا ایک انتہائی خوبصورت تحفہ ہیں اور یہ اپنے والدین اور عزیز و اقارب کی امیدوں کا محور ہوتے ہیں۔ ان کو اسلامی معاشرے کا مفید فرد بنانے کے لیے ان کی بہترین تربیت از حد ضروری ہے کیونکہ یہی بچے کل کو بڑے ہو کر والدین، استاذ اور تاجر بنیں گے اور اس معاشرے کی باگ ڈور سنبھالیں گے۔ اگر یہ اپنی ذمہ داریاں شریعت کے مطابق بطریقِ احسن ادا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یہ معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے گا۔ آج کے اس پر فتن دور میں تو بچوں کی بہترین اسلامی تربیت کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے کہ جب جدت پسندی کی رنگینیاں اور فریب کاریاں مسلم معاشرے کو ٹی وی، ڈش انٹینا، کیبل نیٹ ورک، انٹرنیٹ کی صورت میں گھیرے ہوئے ہیں۔ تفریح اور معلوماتِ عامہ میں اضافے کے نام پر یہ

آلات بے حیائی کو جس تیزی سے فروغ دے رہے ہیں، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

تربیتِ اولاد کا کام کوئی معمولی کام نہیں ہے بلکہ یہ دینی اور دنیاوی دونوں لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ قوموں کے زوال کی دو وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ کوئی قوم دوسری پر بزورِ طاقت مسلط ہوجائے اور اسے تباہ و برباد کردے۔ دوم یہ کہ کسی قوم کے بچوں کو علمی اور فکری ورثہ سے محروم کردیا جائے اور یہ تبھی ہوسکتا ہے جب اس قوم کے بچوں کی منفی انداز میں ذہن سازی کی جائے یا اُن کی تعلیم و تربیت سے لاپرواہی برتی جائے۔ اگرچہ اس طرح کے انحطاط میں سالوں کا عرصہ لگ سکتا ہے لیکن یہ ایسا تنزل ہوتا ہے کہ جس کا شکار قوم دیمک زدہ لکڑی کی طرح کھوکھلی ہوجاتی ہے۔

بچوں کی نفسیات:

بچوں کے دل پر اثرانداز ہونے کے دو عوامل ہوتے ہیں۔ پہلے نمبر پر اُس کے والدین ہیں۔ بچے پر اپنے ماں باپ کی شخصیت اور اُن کی تربیت کے اثرات ہوتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر ماحول ہے۔ بچے کو جیسا ماحول دیں گے، جس ماحول میں رکھیں گے اسی کے اثرات اُس پر نقش ہوتے جائیں گے۔ بچے کی شخصیت کی تعمیر دورانِ حمل سے شروع ہوجاتی ہے اس لیے بچے پر ماں باپ کے اثرات اُس دن سے شروع ہوجاتے ہیں جس دن بچے کی امید ہوجاتی ہے۔ اگر تو ماں باپ فسق و فجور میں وقت گزارنے والے ہیں تو بچے کے اندر اُس کے اثرات آجاتے ہیں۔ لیکن اگر ماں باپ نیک ہوتے ہیں تو بچے کے اندر نیکی کے اثرات آجاتے ہیں۔ سائنس کی دنیا نے بھی اب مان لیا ہے کہ بچے کے ڈی این اے میں ماں باپ کی طرف سے حیا، بہادری، عقلمندی اور اچھے اخلاق وغیرہ کی صفات منتقل ہوتی ہیں۔

ایک بچے کی زندگی کے تین حصے ہوتے ہیں۔ نو سال تک کا بچہ اپنے ماں باپ کا غلام ہوتا ہے جو انہوں نے کہا وہ اس نے ماننا ہوتا ہے۔ جو انہوں نے کھلایا وہ اُس نے کھانا ہوتا ہے، جو پہنایا وہ پہننا ہوتا ہے اور جس کام پر لگایا وہ اسے کرنا ہوتا ہے۔ نو سے چودہ سال تک کا بچہ ماں باپ کا مشیر ہوتا ہے۔ یعنی اُن کی بات مان بھی لیتا ہے، کبھی کبھی اپنے مشورے بھی دیتا ہے کہ ایسا کرلیں تو اچھا ہے، اگر یوں کرلیں تو کیا ہے؟ اور چودہ سے اوپر کا بچہ یا تو اُن کا دوست ہوتا ہے یا پھر دشمن۔ اگر تو نیکی پر لگ گیا تو اُن کے بہترین دوست اور معاشرے کے لیے ایک بہترین فرد ثابت ہوگا۔ لیکن اگر اُس کے اندر کا انسان نہیں بنا تو ماں باپ کے لیے ایک دشمن اور معاشرے کے لیے ایک بدترین فرد ثابت ہوگا۔ آپ نے اُن کی اچھی تربیت کر دی تو یہ آپ کے غلام بے دام ہیں، آپ کے خدمت گار ہیں۔ آپ کی خوشی میں اُن کی خوشی اور آپ کی ناراضگی میں اُن کی ناراضگی ہے۔ لیکن کہیں اگر آپ سے اس دوران میں اُن کی تربیت میں غفلت ہوگئی تو پھر چودہ سال کے بچے کی اصلاح کرنا بڑا ہی مشکل امر ہوجاتا ہے۔ یہ بالکل اسی طرح سے ہے کہ نرم مٹی یا موم سے کسی شے کو بنانا آسان ترین اور لوہے کو کسی شکل میں ڈھالنا انتہائی مشکل امر ہوتا ہے۔

بچوں کی ابتدائی تربیت کا لائحہ عمل:

بچہ اپنی پیدائش کا ابتدائی عرصہ اپنی ماں کی قربت میں بسر کرتا ہے، بچے کے لیے پہلا تحفہ جو ماں اُسے پیش کرسکتی ہے وہ ماں کا اپنا دودھ ہوتا ہے۔ ماں کو چاہیے کہ بچے کو اپنا دودھ ضرور پلائے تاکہ بچے کے اندر ماں کی محبت آجائے اور سب سے بڑھ کر اس سے بہتر غذا بچے کو اور کوئی نہیں مل سکتی۔ ماں کو چاہیے کہ بسم اللہ پڑھ کر بچے کو دودھ پلائے اور اس دوران خود ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے، ماں کی اس ایمانی کیفیت کی برکات بھی بچے کے اندر آئیں گی۔ ماں کو خود بھی دینی اقدار اختیار کرنا چاہیے اور بے دینی اور بے حیائی کے امور سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے کیونکہ اس کا اثر بچہ کی تربیت پر بہت گہرا ہوتا ہے۔

دینِ اسلام کی تعلیمات معاشرے کے انفرادی اور اجتماعی تمام گوشوں کے لیے موجود ہیں، اس لیے بچے کی پیدائش پر کس طرح خوشیاں منانی ہیں، اس کے بارے میں بھی اللہ رب العزت اور اُس کے رسول ﷺ کے مکمل احکامات موجود ہیں اور ماں باپ کو ان کے مطابق ہی عمل کرنا چاہیے۔

بچہ کی پیدائش پر (خواہ لڑکا ہو یا لڑکی) والدین اور عزیز و اقارب مسرت کا اظہار کریں۔ عزیز و اقارب، دوست احباب مبارکباد دیں اور نومولود کے حق میں دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو نیک و صالح بنائے، عمر میں برکت دے اور اس کو والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ پیدائش کے بعد جب بچے کو پاک صاف کر دیا جائے تو اُس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی جائے۔ کسی بزرگ سے اس کی تحنیک کرائی جائے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ کھجور یا چھوارے کو اچھی طرح چبا کر تھوڑا سا حصہ بچے کے تالو میں لگا دیا جائے۔ یہ عمل تحنیک کہلاتا ہے۔ تحنیک مستحب عمل ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں عقیقہ کے معنی ہیں کہ بچہ کے پیدا ہونے کے ساتویں دن اس کی طرف سے بکرا یا بکری ذبح کرنا۔ اس کے بارے میں متعدد روایات موجود ہیں۔ ایک روایت میں ہے:

الْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ، يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ، وَيُسَمَّى وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ.(سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1522)

"ہر بچہ اپنے عقیقہ کا مرہون ہے جو اس کی طرف سے پیدائش کے ساتویں دن ذبح کیا جائے اور اسی دن اُس کا نام رکھا جائے اور سر مونڈا جائے گا۔"

دوسری میں فرمایا:

عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ وَاحِدَةٌ وَلاَ يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ أَمْ إِنَاثًا. (سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1516)

"لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے گی، وہ جانور نر یا ہو مادہ اس میں تمہارے لیے کوئی حرج نہیں۔"

ان احادیث کی روشنی میں پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کیا جائے یعنی لڑکے کی طرف سے دو بکرے / بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا / بکری ذبح کی جائے۔ یہ خوشی کا اظہار ہے، خود بھی اس کو کھائیں، رشتہ داروں کو بھی کھلائیں اور غربا کو بھی دیں۔ اسی دن اُس کا اچھا سا نام رکھا جائے ساتھ میں اُس کے سر کے بال صاف کیے جائیں اور سر کے بالوں کے ہم وزن چاندی یا اتنی رقم صدقہ کی جائے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اُن کی طرف سے دو بکرے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "تم اس کی طرف سے عقیقہ نہ کرو بلکہ اس کا سر مونڈ کر بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرو۔" پھر حضرت حسین پیدا ہوئے تو ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا۔

اس حدیث سے علمائے کرام یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ درویش شخص تھے اور یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عقیقہ سے منع کرنے کے پیچھے ان کے مالی حالات تھے۔ چنانچہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کیا۔ اس لیے عقیقہ کرنا سنت عمل ہے اور صاحبِ حیثیت ہی پر لازم ہے کہ وہ اس پر عمل کرے۔ نادار شخص پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اسی طرح ساتویں دن بچے کا ختنہ کروادینا بھی مستحب ہے۔ یہ کام بعد میں بھی کرنا ہی ہے اس لیے اس کو بھی پیدائش کے بعد جلد از جلد کروادینا بہتر ہے کیونکہ جیسے جیسے بچہ بڑا ہوتا جاتا ہے یہ کام مشکل ہوتا جاتا ہے۔ شرعی لحاظ سے ختنہ کروانا سنت موکدہ ہے، تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے، شعائرِ اسلام میں سے ہے۔ اس لیے کروانا ضروری ہے، نہیں کروائے گا تو گناہ گار ہوگا۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کو کروانے والا پچاس فیصد کینسر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(جاری ہے)۔۔۔

دجال اور سورۃ الکھف ۔ ۔ (پہلی قسط)

حافظ حذیفہ محمود

فاضل جامعہ الصفہ واستاذ قرآن اکیڈمی یاسین آباد

دجال، کائنات کا عظیم ترین فتنہ اور سورۃ الکھف
امکانات، خطرات اور تدابیر قرآن وسنت کے آئینے میں

فتنوں کا ظہور قربِ قیامت کی نشانی ہے۔ موجودہ دور میں بھی بہت زیادہ فتنے رونما ہو رہے ہیں، ایک لحاظ سے پوری انسانیت کو ان فتنوں نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ البتہ فتنہ دجال تاریخ انسانی کی ابتدا سے لے کر انتہا تک کے تمام فتنوں سے بڑا اور خطرناک ہے اور پوری انسانی تاریخ میں دجال کے فتنے سے بڑا کوئی فتنہ نہیں رہا۔ جس کی بڑائی اور شدت کا اندازہ حضرت انس بن مالک ﷛ کی اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ. "ہر نبی نے اپنی امت کو کانے کذاب سے خبردار کیا ہے[1]۔" یقیناً یہ بندہ مومن کے امتحان کے لیے کڑا ترین مرحلہ ہوگا، اس سے سخت ترین امتحان لیا جائے گا۔ یہ دجال بھی اور ایک بہت بڑی جنگ بھی، جسے "ہرمجدون (Armageddon)" کا نام دیا گیا ہے، خاص اللہ کی طرف سے ہی ہوگی۔ آج بھی اس لفظ کے معنی ڈکشنری میں "دنیا کے خاتمے سے قبل خیر و شر کے درمیان ایک بہت بڑی جنگ" کے آتے ہیں۔ دراصل یہ جنگ دجالی فتنے کی سرفروشانِ اسلام کے خلاف برپا ہونے والی عظیم جنگ کا ہی عنوان ہے۔

اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ سورۃ الکھف کو اس فتنے کے ساتھ ایک خاص مناسبت حاصل ہے۔ احادیث کے مطابق اس سورہ مبارکہ سے قلبی و ذہنی رشتہ انتہائی مفید ہے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ: مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ. "جس نے سورۃ الکھف کی ابتدائی دس آیات حفظ کرلیں اسے فتنۂ دجال سے بچالیا جائے گا[2]۔" دوسری روایت میں آتا ہے کہ: مَنْ حَفِظَ مِنْ خَوَاتِيمِ سُورَةِ الْكَهْفِ- مِنْ آخِرِ الْكَهْفِ. "جس نے سورۃ الکھف کی آخری آیات حفظ کیں (اسے دجال کے فتنے سے بچالیا جائے گا)[3]۔" اسی طرح ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ، فَإِنَّهَا جِوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهِ. "تم میں سے جو بھی اسے (یعنی دجال کو) پالے تو اس پر سورۃ الکھف کی ابتدائی آیات پڑھے کیونکہ یہ آیات تمہیں اس کے فتنے سے بچانے کا ذریعہ ہوں گے[4]۔"

دجالی فتنے سے عموماً مراد دجال کی شخصیت اور مجسم صورت بھی لی جاتی ہے اور مخصوص افراد کے ذریعے قائم کردہ وہ باطل نظام بھی، جسے ہم "دجالی فتنہ یا دجالی نظام" سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ ہم اپنے اس قسط وار مضمون کے ذریعے دجال کی مجسم شخصیت کی حقیقت اور اس کے دم پر قائم ہونے والے

---

1 (صحيح البخاري: 7131)
2 (صحيح مسلم: 1883)
3 (سنن ابی داود: 4323)
4 (سنن ابی داود: 4315)

نظام کے خدوخال بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ نیز اس فتنے سے بچاؤ کے حوالے سے سورۃ الکھف میں بیان کی گئی ہدایات کو بھی تفصیلاً سمجھنے کی سعی کریں گے۔ اللہ کریم ہمیں حق و باطل کے درمیان امتیاز کر کے حق کو اپنانے اور باطل سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

دجال کا نام کیا ہے؟

دجال کا اصل نام معلوم نہیں ہے کیونکہ حدیث میں اس کے اصل نام کے ساتھ ذکر نہیں ہے۔

لقب کے معانی:

دجال اپنے مشہور لقب سے پہچانا جاتا ہے۔ دجال کا ایک معنیٰ ڈھانپ لینا، لپیٹ لینا ہے، کیونکہ اس نے حق کو باطل کے ساتھ ڈھانپ لیا ہے اس لیے اس کو "دجال" کہا جاتا ہے۔ دوسرا معنیٰ، دجال "دجل" سے ہے۔ عربی میں دجل کہتے ہیں جعل سازاور ملمع ساز کو کیونکہ وہ اپنے دجل و فریب کے ذریعے سے ہر غلط کو صحیح ثابت کرے گا اس لیے دجال کہا گیا[5]۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ چونکہ اپنی افواج کے ذریعے پوری روئے زمین کو ڈھانپ لے گا اس لیے دجال کہا گیا[6]۔

ڈاکٹر محمد عیسیٰ داوٗد مصری نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "دجالی فتنہ اور آخری عظیم جنگ" میں تحریر فرمایا حافظ ابن دحیہؒ کے حوالے سے کہ لغت میں "دجال" دس معنوں میں مستعمل ہے جن میں سے چند یہ ہیں:

(1) دجال کا معنیٰ کذاب بہت جھوٹا۔ جمع دجالون ہے۔

(2) دجال دجل سے ہے اس کا معنیٰ اونٹ کو تارکول ملنا یعنی جس طرح کوئی شخص اونٹ کی خارش کو تارکول مل کر چھپاتا ہے اسی طرح دجال بھی حق کو فریب اور جھوٹ سے چھپائے گا۔

(3) لفظ دجال میں چونکہ ڈھانپنے کا مفہوم ہے۔ کیونکہ وہ پوری زمین کو شر سے ڈھانپ لے گا اس لیے دجال کہا گیا۔

(4) وہ چونکہ اپنے شر سے لوگوں کو دھوکا دے گا جیسے کہا جاتا ہے: لَطَخَنِي فُلَانٌ بِشَرِّہٖ. فلاں شخص نے مجھے اپنے شر سے آلودہ کر دیا۔

(5) ایک معنیٰ ہے: مُخَرِّقٌ. دہشت زدہ کرنے والا۔ بہت جھوٹ بولنے والا۔[7]

دجال کو مسیح کہنے کی وجہ:

(1) لغت میں مسیح کا معنیٰ ہے بہت سیاحت کرنے والا شخص چونکہ دجال اپنے فتنے کو پھیلاتا ہوا پوری دنیا کی سیاحت کرے گا اس لیے اسے مسیح کہا جاتا ہے۔ عربی کے مشہور لغت القاموس الوحید میں ہے کہ الدَّجَّالُ الْمَسِیْحُ لِاَنَّہٗ یَعُمُّ الْاَرْضَ. دجال مسیح اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ پوری زمین اپنی لپیٹ میں لے لے گا[8]۔

(2) دجال کو مسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زمین کو چھوئے گا یعنی اس پر گھومے گا۔

(3) مسیح دجال کے چہرے کے دو حصوں میں سے ایک مٹا ہوا ہو گا نہ اس کی ایک آنکھ ہو گی اور نہ اس کا ایک ابرو ہو گا اسی وجہ سے اس کا نام مسیح ہے۔

(4) مسیح بمعنیٰ کذاب یعنی بہت جھوٹ بولنے والا۔ کیونکہ یہ اَنَا اللہ۔ کا دعویٰ کرے گا۔

(5) مسیح بمعنیٰ سرکش، خبیث اور پلید کے ہے[9]۔

---

5 (دجال، مفتی ابو لبابہ صفحہ نمبر: 132)

6 (دجال، علامہ ابن کثیر صفحہ نمبر: 19)

7 (دجالی فتنہ اور آخری جنگ عظیم صفحہ نمبر: 25)

8 (فتنۂ دجال صفحہ نمبر: 38)

9 (دجالی فتنہ اور آخری جنگ صفحہ نمبر: 27-28)

(6) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وَإِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوحُ الْعَيْنِ، عَلَيْهَا ظَفَرَةٌ غَلِيظَةٌ۔"بلاشبہ دجال مٹی ہوئی آنکھ والا ہے. جس پر ایک غلیظ بھدا ساخونہ (پھلی) ہے۔" پھلی اس گوشت کو کہتے ہیں جو بعض لوگوں کے آنکھ کے کنارے پر اگ آتا ہے اور بعض اوقات آنکھ کی پتلی تک پھیل کر اسے ڈھانپ لیتا ہے[10]۔

لفظِ مسیح کا اطلاق کس پر ہوتا ہے؟

لفظِ مسیح کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کذاب دونوں پر ہوتا ہے۔ فرق دونوں میں یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح الھدیٰ اور دجال کو مسیح الضلالہ کہتے ہیں یعنی (مسیح دجال)۔

حضرت عیسیٰ بن مریم کا نام مسیح کیوں رکھا گیا؟

اس نام کے اطلاق میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے:

(1) بعض نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مصیبت زدہ کو چھوتے تھے وہ اللہ کے حکم سے صحت یاب ہوتا تھا۔

(2) کیونکہ انہوں نے دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہوئے زمین میں سیاحت کی اس لیے مسیح کہا گیا۔

(3) ان کے پاؤں پورے کے پورے زمین میں لگتے تھے دونوں تلوؤں میں خلا نہیں تھی اس لیے مسیح کہا گیا۔

(4) چونکہ انہیں برکت کے ساتھ مسح کہا گیا۔ یا گناہوں سے پاک کہا گیا اس لیے وہ بابرکت تھے۔[11]

قیامت سے پہلے خروج دجال پر وارد احادیث:

(1) حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِينَ فَاحْذَرُوهُمْ."یقیناً قیامت سے پہلے کذاب لوگ ہوں گے لہذا ان سے بچ کر رہنا[12]۔"

(2) اسی طرح حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ الْغِفَارِيِّ قَالَ: «اطَّلَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ فَقَالَ: مَا تَذَاكَرُونَ؟ قَالُوا: نَذْكُرُ السَّاعَةَ. قَالَ: إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ. فَذَكَرَ الدُّخَانَ، وَالدَّجَّالَ، وَالدَّابَّةَ، وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَيَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ: خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَآخِرُ ذَلِكَ: نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ إِلَى مَحْشَرِهِمْ».

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے آپ نے دریافت فرمایا: کیا باتیں کر رہے ہو؟ تو لوگوں نے عرض کیا: ہم قیامت کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت ہرگز قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں دیکھ نہ لو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (وہ دس نشانیاں یہ ہیں) دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، نزول عیسیٰ بن مریم، یاجوج ماجوج، تین مقامات پر (لوگوں کا) دھنسایا جانا مشرق، مغرب اور جزیرۃ العرب میں۔ اس کے بعد آخر میں یمن کی طرف ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو میدان محشر کی طرف دھکیلے گی[13]۔"

(3) وَهُوَ خَارِجٌ فِيكُمْ لَا مَحَالَةَ. (دجال) لامحالہ تم میں آکر رہے گا اس کی آمد یقیناً برحق ہے اس کی آمد قریب ہے اور ہر آنے والا قریب ہی

10 (صحیح مسلم: 426)

11 (دجال، ابن کثیر صفحہ نمبر: 18)

12 (دجال، ابن کثیر صفحہ نمبر: 33)

13 (صحیح مسلم، کتاب الفتن۔ ترمذی، ابن ماجہ، ابو داؤد، نسائی، سنن الکبریٰ)

ہوتا ہے[14]۔

(4) حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے :

أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ فقال: قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي النَّاسِ، فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ، فَقَالَ: إِنِّي لَأُنْذِرُكُمُوهُ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ، وَلَكِنِّي سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ: إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ.

"رسول اللہ ﷺ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف اس کی شان کے مطابق بیان کی۔ پھر دجال کا ذکر فرمایا کہ میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو اس سے نہ ڈرایا ہو، البتہ میں تمہیں اس کے بارے میں ایک نئی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی تھی اور وہ یہ کہ وہ کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے[15]۔"

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا :

مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ، أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك، ف، ر.

"کوئی ایسا نبی نہیں ہوا جس نے اپنی امت کو کذاب کانے سے چوکنا نہ کیا ہو، خبردار رہو یقیناً وہ کانا ہے اور بلاشبہ تمہارا رب کانا نہیں ہے اور اس (دجال) کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر لکھا ہوا ہے[16]۔"

(6) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

لَا تَفْعَلِي، فَإِنَّهُ إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ يَكْفِكُمُ اللهُ بِي، وَإِنْ يَخْرُجْ بَعْدَ أَنْ أَمُوتَ يَكْفِكُمُوهُ بِالصَّالِحِينَ. ثُمَّ قَامَ، فَذَكَرَ الدَّجَّالَ، فَقَالَ: مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ حَذَّرَهُ أُمَّتَهُ، وَأَنَا أُحَذِّرُكُمُوهُ، إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ.

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ ایک رات مجھے دجال مسیح یاد آگیا تو مجھے نیند ہی نہیں آئی جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور انہیں یہ بات بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا : ایسا مت کرو، کیونکہ اگر دجال نکل آیا اور میں تمہارے درمیان ہوں تو اللہ تعالیٰ میرے ذریعے تمہیں کفایت کرے گا اور اگر وہ میرے دنیا سے جانے کے بعد ظاہر ہوا تو اللہ تعالیٰ تمہیں صالحین کے ذریعے کفایت کرے گا۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو ڈرایا نہ ہو (یعنی دجال سے) اور یقیناً میں بھی تمہیں اس سے ڈرا اور خبردار کر رہا ہوں، بے شک وہ کانا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے[17]۔"

(7) حضرت محجن بن ادرع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

يَوْمُ الْخَلَاصِ وَمَا يَوْمُ الْخَلَاصِ، يَوْمُ الْخَلَاصِ وَمَا يَوْمُ الْخَلَاصِ، ثَلَاثًا. فَقِيلَ لَهُ: وَمَا يَوْمُ الْخَلَاصِ؟ قَالَ: يَجِيءُ الدَّجَّالُ، فَيَصْعَدُ أُحُدًا فَيَنْظُرُ الْمَدِينَةَ، فَيَقُولُ لِأَصْحَابِهِ: أَتَرَوْنَ هَذَا الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ هَذَا مَسْجِدُ أَحْمَدَ، ثُمَّ يَأْتِي الْمَدِينَةَ فَيَجِدُ بِكُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَكًا مُصْلِتًا، فَيَأْتِي سَبْخَةَ الْجُرْفِ، فَيَضْرِبُ رُوَاقَهُ ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، فَلَا يَبْقَى مُنَافِقٌ وَلَا مُنَافِقَةٌ وَلَا فَاسِقٌ وَلَا فَاسِقَةٌ إِلَّا خَرَجَ إِلَيْهِ، فَذَلِكَ يَوْمُ الْخَلَاصِ.

"خلاصی پانے کا دن، کیا ہے خلاصی پانے کا دن؟ (تین مرتبہ) فرمایا۔ آپ سے دریافت کیا گیا یوم الخلاص کیا چیز ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : دجال آئے گا احد پہاڑ پر چڑھ جائے گا پھر مدینہ کی طرف دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہے گا : کیا تم لوگ اس سفید محل کو دیکھ رہے ہو؟ یہ احمد کی مسجد ہے۔

---

14 (فتنۂ دجال صفحہ نمبر: 40، بحوالہ: مسند بزّار)

15 (فتنۂ دجال، صفحہ نمبر 41 بحوالہ: صحیح البخاری، کتاب الفتن)

16 (دجال، ابن کثیر، صفحہ نمبر: 43 بحوالہ: مسلم شریف)

17 (دجال، ابن کثیر صفحہ نمبر: 83 بحوالہ: طبرانی فی الکبیر)

پھر وہ مدینہ کی طرف آئے گا تو مدینہ کے ہر راستے پر تلوار سونتتے ہوئے فرشتہ کو پائے گا، لہذا وہ (مدینہ کا ایک علاقہ) "جرف" کے شورزدہ علاقے کی طرف چلا جائے گا وہاں اس کا خیمہ لگا دیا جائے گا اسی اثنا میں مدینہ تین مرتبہ (زلزلہ) سے کانپ اٹھے گا پس کوئی منافق، منافقہ، فاسق اور فاسقہ (مدینہ میں) باقی نہیں رہے گا بلکہ ایسے سے سب کے سب لوگ دجال سے ملیں گے پس یہ ہے خلاصی پانے کا دن، یعنی مدینہ منافق اور فاسق قسم کے لوگوں سے بالکل پاک وصاف ہو جائے گا[18]۔"

(8) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں قبیلۂ بنو تمیم سے اس وقت سے محبت کرتا ہوں جب سے میں نے ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین باتیں بتاتے ہوئے سنا۔ (جن میں سے ایک بات یہ ہے)

«هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّالِ». "میری امت میں سے یہ لوگ دجال سے مقابلے میں سب سے زیادہ مضبوط ہوں گے[19]۔"

(9) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ الملحمۃ العظمی یعنی جنگ عظیم قسطنطنیہ کی فتح اور دجال کا خروج سات ماہ میں ہوگا[20]۔

(10) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتُ، يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ، وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ، قِيلَ: وَمَا الرُّوَيْبِضَةُ؟ قَالَ: الرَّجُلُ التَّافِهُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ.

"لوگوں پر کم پیداوار والے کئی سال آئیں گے جن میں جھوٹ کی تصدیق کی جائے گی، سچے کو جھوٹا کہا جائے گا، خیانت کرنے والے کو امانت دار امانت دار کو خائن قرار دیا جائے گا اور "رویبضہ" ان میں باتیں کرے گا۔" عرض کیا گیا یا رسول اللہ رویبضہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "گھٹیا اور کمینہ آدمی جو عام لوگوں کے معاملہ میں باتیں کرتا پھرے گا[21]۔"

دجال کے بارے میں اعلانیہ بیان:

علامہ سفارینی حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر عالم اور مربی کے لیے ضروری ہے کہ وہ احادیث دجال کو اپنی اولاد، مردوں اور عورتوں کے درمیان پھیلائے حدیث میں ارشاد ہے: يَنْبَغِي أَنْ يُدْفَعَ هٰذِهِ الحَدِيثِ. ضروری ہے کہ یہ احادیث جن میں دجال کا ذکر ہے، ان کو تربیت کرنے والے تک پہنچایا جائے تاکہ وہ لکھنے (پڑھنے میں) بچوں کو لکھائے[22]۔"

(جاری ہے)۔۔۔

18 (دجال، ابن کثیر صفحہ نمبر: 87 -86 بحوالہ: مسند احمد)
19 (دجال، ابن کثیر صفحہ نمبر: 89 بحوالہ: صحیح البخاری و صحیح مسلم)
20 (دجالی فتنہ صفحہ نمبر: 32 بحوالہ: ابوداؤد، ابن ماجہ)
21 (دجالی فتنہ صفحہ نمبر: 34 -33 بحوالہ: ابن ماجہ، مسند احمد وغیرہ)
22 (دجالی فتنہ صفحہ نمبر: 29 بحوالہ: ابن ماجہ)

حیا بمقابلہ بے حیائی ۔ ۔ (دوسری قسط)

حافظ ریان بن نعمان
قرآن اکیڈمی، کورنگی

حیا کا جامع تصور:

حیا اپنے معنیٰ اور تعریف کے لحاظ سے فقط ان معنوں تک محدود نہیں جو ہماری اکثریت کے ذہنوں میں موجود ہیں کہ صرف عریانی و برہنگی ہی سے بچنے کا نام حیا ہے، بلکہ حیا تو زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ہے، حیا تو بندۂ مومن کی پوری زندگی سے عبارت ہے۔ چنانچہ نبی مکرم ﷺ نے مندرجہ ذیل روایت میں حیا کے جامع تصور کو واضح فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ اسْتَحْيُوا مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَقَّ الْحَيَاءِ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَسْتَحِي وَالْحَمْدُ لِلَّهِ قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ وَلَكِنْ مَنِ اسْتَحَى مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ فَلْيَحْفَظِ الرَّأْسَ وَمَا حَوَى وَلْيَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَا وَعَى وَلْيَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلَى وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ تَرَكَ زِينَةَ الدُّنْيَا فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيَا مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَقَّ الْحَيَاءِ. (مسند احمد، رقم الحديث: 3)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی (ﷺ) نے ارشاد فرمایا اللہ سے اس طرح حیا کرو جیسے حیا کرنے کا حق ہے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) الحمدللہ، ہم اللہ سے حیا کرتے ہیں، فرمایا یہ مطلب نہیں، بلکہ جو شخص اللہ سے اس طرح حیا کرتا ہے جیسے حیا کرنے کا حق ہے تو اسے چاہیے کہ اپنے سر اور اس میں آنے والے خیالات اپنے پیٹ اور اس میں بھرنے والی چیزوں کا خیال رکھے، موت کو اور بوسیدگی کو یاد رکھے، جو شخص آخرت کا طلب گار ہوتا ہے وہ دنیا کی زیب و زینت چھوڑ دیتا ہے اور جو شخص یہ کام کرلے، درحقیقت اس نے صحیح معنیٰ میں اللہ سے حیا کرنے کا حق ادا کردیا۔

حیا میں مُلَبَّس شخصیات کا نقشہ:

حضرت اُمِّ خلّاد (رضی اللہ عنہا):

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَّامٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ فَرَجِ بْنِ فَضَالَةَ عَنْ عَبْدِ الْخَبِيرِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُقَالُ لَهَا أُمُّ خَلَّادٍ وَهِيَ مُنْتَقِبَةٌ تَسْأَلُ عَنِ ابْنِهَا وَهُوَ مَقْتُولٌ فَقَالَ لَهَا بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ جِئْتِ تَسْأَلِينَ عَنِ ابْنِكِ وَأَنْتِ مُنْتَقِبَةٌ فَقَالَتْ إِنْ أُرْزَأَ ابْنِي فَلَنْ أُرْزَأَ حَيَائِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ابْنُكِ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ قَالَتْ وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لِأَنَّهُ قَتَلَهُ أَهْلُ الْكِتَابِ. (سنن ابی داود، رقم الحدیث: 2488)

ترجمہ: عبدالرحمن بن سلام، حجاج بن معمر، فرج بن فضالہ، عبدالخبیر بن ثابت بن قیس، حضرت قیس بن شماس سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اس کا نام امّ خلاد تھا اور اس کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی۔ یہ عورت اپنے بیٹے کے بارے میں دریافت کررہی تھی جو جنگ میں شہید ہوگیا تھا۔ اصحاب رسول (ﷺ) میں سے کسی نے اس سے کہا کہ تو اپنے بیٹے کو ڈھونڈ رہی ہے اور اس حال میں سر اور چہرہ ڈھکا ہوا ہے (یعنی پوری طرح اپنے حواس میں ہے اور احکام شریعت کی پابندی برقرار ہے) وہ بولی اگر میرا بیٹا بھی جاتا رہا تب بھی اپنی حیا نہیں جانے دوں گی۔ آپ (ﷺ) نے اس عورت سے فرمایا: تیرے بیٹے کو دو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔ اس نے پوچھا اے اللہ کے

رسول وہ کیوں ؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیونکہ اس کو اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔

حضرت عثمان ابن عفان (رضی اللہ عنہ) :

أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُضْطَجِعًا فِي بَيْتِي كَاشِفًا عَنْ فَخِذَيْهِ أَوْ سَاقَيْهِ فَاسْتَأْذَنَ أَبُو بَكْرٍ فَأَذِنَ لَهُ وَهُوَ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ فَأَذِنَ لَهُ وَهُوَ كَذَلِكَ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُثْمَانُ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَسَوَّى ثِيَابَهُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَلَا أَقُولُ ذَلِكَ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ فَدَخَلَ فَتَحَدَّثَ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَائِشَةُ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ فَجَلَسْتَ وَسَوَّيْتَ ثِيَابَكَ فَقَالَ أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ (صحيح مسلم، رقم الحديث: 2401)

ترجمہ : سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے گھر میں لیٹے ہوئے تھے، اس حال میں کہ آپ کی رانیں یا پنڈلیاں مبارک کھلی ہوئی تھیں (اسی دوران) حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے اجازت مانگی تو آپ نے ان کو اجازت عطا فرما دی اور آپ اسی حالت میں لیٹے باتیں کر رہے تھے، پھر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اجازت مانگی تو آپ نے ان کو بھی اجازت عطا فرما دی اور آپ اسی حالت میں باتیں کرتے رہے، پھر حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اجازت مانگی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو سیدھا کر لیا، روای محمد کہتے ہیں کہ میں نہیں کہتا کہ یہ ایک دن کی بات ہے، پھر حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) اندر داخل ہوئے اور باتیں کرتے رہے تو جب وہ سب حضرات نکل گئے تو حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) آئے تو آپ نے کچھ خیال نہیں کیا اور نہ کوئی پرواکی، پھر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) تشریف لائے تو بھی آپ نے کچھ خیال نہیں کیا اور نہ ہی کوئی پروا کی، پھر حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) آئے تو آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور آپ نے اپنے کپڑوں کو درست کیا تو آپ نے فرمایا (اے عائشہ!) کیا میں اس آدمی سے حیا نہ کروں کہ جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

حیا کی اقسام :

حیا انسانوں سے بھی ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے۔ اسی لیے جب کوئی شخص برائی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ چھپ کر کرتا ہے، کیونکہ اسے انسانوں سے حیا آتی ہے کہ اگر وہ دیکھ لیں گے تو کیا ہوگا۔ خدا تعالیٰ اگرچہ نظر نہیں آتا، مگر جب یہ یقین ہو جائے کہ اس کی نظر سے کوئی فعل پوشیدہ نہیں ہے تو پھر ذرہ بھر بھی خوفِ خدا رکھنے والا شخص فعلِ قبیح کے ارتکاب کے وقت اللہ تعالیٰ سے حیا کرے گا، اگرچہ کوئی دوسرا انسان اس کو نہ دیکھ رہا ہو۔

حیا کی ایک قسم حیاءِ عبودیت ہے۔ ایک عابد و زاہد اپنی تمام قویٰ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں صرف کرنے کے باوجود یہی سمجھتا ہے کہ وہ اس کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر جس قدر انعامات کیے ہیں، اگر وہ ساری عمر بھی عبادت میں لگا دے، یعنی پیدائش کے وقت ہی اللہ تعالیٰ اس کو فہم عطا کرے اور سجدے میں گر جائے اور ساری عمر اسی ایک سجدہ میں گزار دے اور وہیں اس کی موت آجائے تو وہ بارگاہ رب العزت میں عرض کرے گا کہ مولیٰ کریم! میں تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکا۔ حیاءِ عبودیت اسی چیز کا نام ہے۔

حیا خود اپنے نفس سے بھی ہوتی ہے۔ جب اسے کوئی شخص دیکھنے والا نہ ہو تو بعض اوقات انسان خود اپنے جی میں شرم محسوس کرنے لگتا ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں اور کسے دھوکا دے رہا ہوں۔ یہ نفس کی حیا ہے۔

حیا کی ایک قسم حیاءِ اکرام ہے۔ خود حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ ہے کہ آپ نے بعض صحابہ کو کھانے پر بلایا، کھانا کھا چکنے کے بعد وہ لوگ وہیں بیٹھ کر بات چیت کرنے لگے، یہ چیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار گزری، مگر آپ نے حیاءِ اکرام کی وجہ سے انہیں زبان مبارک سے کچھ نہ کہا، بلکہ اٹھ کر باہر چلے گئے تاکہ یہ لوگ بھی چلے جائیں، مگر وہ بیٹھے رہے اور باتیں کرتے رہے، حتیٰ کہ حضور علیہ السلام پھر تشریف لے آئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں کہ "جب نبی علیہ السلام کے گھر پر کھانا کھانے کے لیے جاتے ہو تو وہاں بیٹھ کر بات چیت میں وقت نہ گزارو۔ اللہ تعالیٰ کا نبی تو حیاءِ اکرام کی وجہ سے تمہیں نہیں کہتا، مگر تم خود ہی احساس کرو اور کھانا کھا کر واپس چلے جایا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔" (تفسير معالم

العرفان فی دروس القرآن ج:۱، ص: 132و133)

عربی زبان کا ایک مقولہ ہے : تُعْرَفُ الْأَشْيَاءُ بِأَضْدَادِهَا (چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں) ۔ دنیا میں بہت سی متضاد چیزیں ہیں کہ جن سے انسان کو واسطہ پڑتا ہے ، یہ متضاد چیزیں تاثیر و نتائج کے اعتبار سے جدا جدا ہوتی ہیں ، جیسے دن اور رات ، سچ اور جھوٹ ، حزب اللہ حزب الشیطان ، رحمان اور شیطان ، روح اور بدن ۔ رحمان اپنے ماننے والوں کے اندر کچھ اوصاف دیکھنا چاہتا ہے ، اسی طرح شیطان بھی اپنے پیروکاروں میں کچھ خصلتیں پیدا کرنا چاہتا ہے ۔ انھی میں حیا اور بے حیائی بھی ہے ۔ چنانچہ اب ہم حیا اور بے حیائی کا تقابل قرآن وسنت اور موجودہ حالات کے ضمن میں پیش کریں گے ۔

حیا و بے حیائی کی تعریف :

حیا کے لغوی معنی وقار ، سنجیدگی اور متانت کے ہیں ۔ حیا سے مراد وہ پاکیزہ جذبہ ہے جو انسان کو برائیوں سے عار دلائے چنانچہ حیا کی اصطلاحی تعریف یوں کی جاتی ہے : اَلْحَيَاءُ اِنْقِبَاضُ النَّفْسِ عَنِ الْقَبَائِحِ وَتَرْكُهُ (امام راغب اصفہانی فی مفردات القرآن) یعنی : حیا وہ وصف ہے جس کی وجہ سے براکام کرنے سے نفس میں تنگی محسوس ہوتی ہے ۔

بے حیائی کی لغوی تعریف یہ ہے : ہر وہ چیز جو حد سے باہر نکل جائے وہ فحش ہے ۔ اور اصطلاحاً : مَا عَظُمَ قُبْحُهُ مِنَ الأَفعَالِ وَالأَقوَالِ (امام راغب اصفہانی فی مفردات القرآن) یعنی : اس قول یا فعل کو کہتے ہیں جو قباحت میں حد سے بڑھے ہوئے ہوں ۔

حیا اور بے حیائی کا انجام :

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے :

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ. (سنن الترمذی، رقم الحدیث: 2009)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : حیا ایمان کا جز/ پھل ہے اور ایمان کا مقام جنت ہے اور بے حیائی بدکاری میں سے ہے اور بدی جہنم میں لے جانے والی ہے ۔

خیر و شر کا دروازہ :

عَنْ أَبِي السَّوَّارِ الْعَدَوِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ. (متفق علیہ)

ترجمہ : عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حیا صرف خیر ہی لاتی ہے ۔

مراد ہے کہ حیا شخصیت میں نیکی ہی لاتی ہے جبکہ بے حیائی ہر شر کا دروازہ کھولتی ہے ، گفتار و کردار میں پستی لاتی ہے ۔

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ. (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 6120)

ترجمہ : نبی کریم ﷺ نے فرمایا : اگلے پیغمبروں کا کلام جو لوگوں کو ملا اس میں یہ بھی ہے کہ جب شرم ہی نہ رہی تو پھر جو جی چاہے وہ کرے ۔

فارسی کی ایک مشہور کہاوت ہے : "بے حیا باش ہر چہ خواہی کن" (ایک مرتبہ بے حیا بن جاؤ پھر جو چاہے کرتے پھرو) ۔

حیا اور بے حیائی کی تاثیر :

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ. (سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1974)

ترجمہ : حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا : بے حیائی جس چیز میں آتی ہے اسے عیب دار بناتی ہے اور حیا جس چیز میں آتی ہے اسے مزین کر دیتی ہے ۔ (جاری ہے ۔ ۔ ۔)

شانِ ذوالنورین

حافظ عبد الرافع ماجد

سابق طالب علم سال دوم، قرآن اکیڈمی، یاسین آباد

شانِ ذوالنورین کہا جائے تو پوری امتِ مسلمہ کے ذہن میں ایک ہی نام آتا ہے اور وہ خلیفہ سوم و دامادِ رسول ﷺ حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ آپ السابقون الاولون میں سے تھے۔ آپ یارِ غارِ ثور کی دعوت پر ابتدا میں ایمان لائے۔ آپ اپنے خاندان بنوامیہ کے پہلے فرد تھے جن کو ایمان لانے کا شرف ملا۔ آپ کی ولادت واقعۂ فیل کے چھ سال بعد ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں عبد المناف پر نبی اکرم ﷺ سے جا ملتا ہے۔ (عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف) آپ کی والدہ اروی بنت کریز نبی کریم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اس رشتہ سے آپ نبی مکرم ﷺ کے بھانجے تھے۔

آپ کے اوصاف اور قوم میں مقبولیت:

آپ زمانہ جاہلیت ہی سے انتہائی شریف الطبع، ذہین اور صائب الرائے تھے۔ اسلام قبول کرنے سے قبل نہ کبھی کسی بت کو سجدہ کیا اور نہ ہی شراب پی۔ مکہ کے ان چند اور نمایاں لوگوں میں سے تھے جو پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ انتہائی سخی اور کریم النفس تھے۔ ان کا شمار بنوامیہ کی اہم شخصیات میں ہوتا تھا کہ ماں اپنے بچے کو یہ لوری دیا کرتی تھی "اے میرے بچے! خدا کی قسم مجھے تو اتنا محبوب ہے جتنا قریش کے لوگوں کو عثمان محبوب ہے۔"

القابات:

1۔ ذوالنورین

ذوالنورین کا مطلب ہے دو نور والا۔ اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ نبی مکرم ﷺ کی دو شہزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ غمگین رہنے لگے تو صحابہ کرام نے پوچھا کہ کیا بات ہے اے عثمان! آپ اکثر غمگین رہا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کہ میرا اور رسول ﷺ کا قریبی رشتہ تھا وہ ٹوٹ گیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو آپ کے نکاح میں دیا اور فرمایا: اگر میری 40 بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد دوسری عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔

2۔ غنی

آپ نے نامساعد حالات کے وقت دین متین کی سربلندی کے لیے خاصا مال خرچ کیا۔ کئی واقعات آپ کی سیرت کے مطالعہ میں ملتے ہیں جس میں سے چند درج ذیل ہیں۔

- بئر رومہ بیس ہزار درہم میں یہودی سے خرید کر وقف کیا۔
- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت ایمان کرنے کے بعد میری زندگی میں کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرا جس میں میں نے کسی نہ کسی غلام کو آزاد نہ کیا ہو۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہوا کہ میں کسی جمعہ کو غلام آزاد نہ کر سکا تو اگلے جمعہ کو میں نے دو غلام آزاد کیے۔
- مسجد نبوی کی توسیع کے لیے نبی اکرم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ "کون ہے جو فلاں مویشی خانے کو خریدے اور ہماری مسجد کے لیے وقف کر

دے تاکہ اللہ اس کو بخش دے!" تو حضرت عثمان غنی ﷛ نے بیس یا پچیس ہزار دینار میں یہ زمین خرید کر مسجد نبوی کے لیے وقف کر دی۔

- 9 ہجری میں غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے فرمان مبارک پر ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور ایک ہزار طلائی دینار نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیے۔ جس پر آپ کا چہرہ مبارک اطمینان و مسرت سے چمک اٹھا۔ اس موقع پر بھی حضور ﷺ دو مرتبہ فرماتے ہیں کہ: مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا فَعَلَ بَعْدَ هٰذِهٖ، مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ. "آج کے دن کے بعد عثمان ﷛ کو (آخرت میں) کوئی عمل ضرر نہیں پہنچا سکتا۔"

بیعت رضوان:

حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے آپ کو سفیر بنا کر مکہ روانہ کیا۔ جس وقت یہ افواہ عام ہوئی کہ آپ کو شہید کر دیا گیا ہے تو آپ کے قصاص کے لیے ہی بیعت رضوان ہوئی جو بیعت علی الموت بھی کہلاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کہا کہ یہ عثمان ﷛ کی طرف سے بیعت ہے۔ اس موقع پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝۱۸ (الفتح: 18)

"(اے نبی ﷺ!) بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں کا حال اُس کو (یعنی اللہ کو) معلوم تھا۔ اُس نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور ان کو انعام میں فتح قریب بخشی۔"

شانِ ذوالنورین اور حیا:

جامع ترمذی شریف کی روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وَأَصْدَقُهُمْ حَیَاءً عُثْمَانُ۔

نبی اکرم ﷺ اپنے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ ساق مبارک سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ حضرت ابو بکر ﷛ اور حضرت عمر ﷛ یکے بعد دیگرے آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں اور گفتگو کے بعد لوٹ جاتے ہیں۔ پھر عثمان غنی ﷛ آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ کپڑے سمیٹ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ آپ کے جانے کے بعد امت کی ماں حضرت عائشہ ﷝ وجہ معلوم کرتی ہیں تو نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ: کیا میں اس سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

شانِ ذوالنورین اور فکرِ آخرت:

آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت ہانی کہتے ہیں کہ آپ قبر پر اتنا روتے کہ ڈاڑھی تر ہو جاتی، پوچھا گیا کہ آپ کے سامنے جب آخرت کے مراحل بیان کیے جاتے ہیں تو یہ کیفیت نہیں ہوتی تو فرمایا: کہ یہ قبر آخرت کے مراحل میں پہلا مرحلہ ہے جو اس میں کامیاب ہو گیا وہ اگلے مراحل میں بھی کامیاب ہو جائے گا۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا: اگر میں جنت اور دوزخ کے درمیان ہوں اور مجھے نہ معلوم ہو کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، تو میں اس کا حال معلوم ہو جانے سے قبل راکھ ہو جانا پسند کروں گا۔

شہادت:

آپ کی خلافت 12 سالوں پر محیط ہے۔ جس کے آخری دو سالوں میں آپ کے خلاف پروپیگنڈا کر کے فتنہ کھڑا کیا گیا۔ بلوائیوں نے مدینہ آ کر آپ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ جو چالیس روز تک جاری رہا۔ اس دوران پانی کا ایک مشکیزہ بھی آپ کے گھر میں داخل نہ ہونے دیا۔ اور آخر کے دس روز اشیاء خورد و نوش بھی کاشانۂ خلافت میں جانے نہ دیے۔ حضرت علی نے حضرات حسن، حسین، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر اور حضرت طلحہ کے بیٹوں کو آپ کے گھر کی حفاظت پر مامور کیا۔

18 ذی الحجہ 35 ہجری جمعہ کا دن تھا، آپ نے فرمایا کہ آج میری حیات فانی کا آخری دن ہے ۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ ﷺ کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا : عثمان! آج تم ہمارے ساتھ روزہ افطار کرنا ۔ آپ تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو گئے ۔ بلوائی پڑوس کے مکان سے کود کر اندر داخل ہوئے اور آپ پر حملہ کیا ۔ آپ کی زوجہ حضرت نائلہ نے ایک حملہ آور کے تلوار کے وار کو روکا تو آپ کی تین انگلیاں کٹ گئیں ۔ پھر عثمان غنی کے سر پر لوہے کی سلاخ کا زوردار وار کیا جس سے خون کا فوارہ نکل پڑا ۔ اور بلوائیوں نے پے در پے وار کر کے آپ کو شہید کیا ۔ خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا پہلا قطرہ سورۃ البقرۃ کے ان الفاظ پر گرا: فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ (آیت: 137) "ان کے مقابلے میں اللہ تمہاری حمایت کے لیے کافی ہے" اور آپ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے ۔

پی لیا جامِ شہادت امن کو قائم رکھا
دیکھیے تو حوصلہ عثمان ذوالنورین کا
کون جانے مرتبہ عثمان ذوالنورین کا
ہاتھ دستِ مصطفی عثمان ذوالنورین کا

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہمیں نبی مکرم ﷺ و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرتوں کو پڑھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔ اور ہمارے لیے توشۂ آخرت بنائے ۔ ہمیں اپنے دینِ متین خدمت کے لیے قبول فرمائے ۔

بقیہ: دینی نظام تعلیم .. چند اصلاحات

مندرجہ بالا تحریر در حقیقت دل کی آواز تھی جسے قید تحریر میں لایا گیا ہے ۔ اس سے مقصود محض یہی ہے کہ گزرتے دور کے ساتھ تمام انسانی معاملات اور طریقے ارتقا پذیر ہیں، اور ہر گزرتے دن کے ساتھ ساتھ انسان کے تقریباً تمام ہی معاملات میں جدت اور ارتقا پذیری دیکھنے میں آ رہی ہے ۔ تاہم دینی تعلیم چونکہ روایات سے جڑی ایک اٹل اور ناقابل تبدیل تعلیم ہے تاہم اس کے پڑھانے میں جدت اور حسن معاملات کو بروئے کار لانا بہت اہم ہے تاکہ ہمارے ایمان سے جڑی یہ حقیقت ہر دور میں سیکھنے اور سکھانے کے قابل ہو ۔ اس لیے ہمیں دور جدید کے مزاج اور رویوں کو خاطر میں لانا ہوگا ۔ دین کی بنیادی تعلیم پر چل کر ہی ہمیں اصل اعتدال کی راہ تلاش کرنی ہوگی ۔ ہر دور میں تعلیم و تعلم میں جڑ پکڑنے والی خرابیوں کو باقاعدہ دور کرنا ہوگا تاکہ ہماری نئی نسل زیادہ سے زیادہ اللہ کے دین اور اس کے علم کو اپنے سینوں میں سجائے دنیا میں دعوت کو لے کر چلے ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اساتذہ کی زیر نگرانی فتنوں کے جنگل سے صراط مستقیم کی طرف

محمد ناصر
طالب علم رجوع الی القرآن سال دوم، قرآن اکیڈمی، یاسین آباد

دیکھا جائے تو متفرق امتیں کفر کی بنیاد پر ایک پلیٹ فارم پر ہیں جبکہ ایک امت دنیا کے ہر کونے میں ہونے کے باوجود فرقوں، قوموں اور ملکوں میں تقسیم ہے :ــ

سینکڑوں خدا ہیں جن کے ایک جگہ کھڑے ہیں
ایک خدا والے سارے بکھرے ہوئے پڑے ہیں

چشمہ وطنیت،جمہوریت دجالی میڈیا، حل :

کبھی ہم نے سوچا کہ ہم کہاں کھڑا ہیں، کبھی قرآن و سنت کا چشمہ لگا کر ڈھونڈا کہ قرآن میں ہمارا ذکر کہاں ہے، یا یہ کہ یہ امت یا امتی کہاں کھڑا ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ دین کا بنیادی تصور ہی ہماری آنکھوں سے غائب ہوچکا ہو، کہیں اس آیت کا رخ ہماری طرف تو نہیں : وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ (الجاثية: 34) "اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ آج ہم تمہیں اسی طرح نظر انداز کردیں گے جیسے تم نے اس دن کی ملاقات کو نظر انداز کررکھا تھا اور تمہارا ٹھکانا اب آگ ہے اور تمہارے لیے کوئی مددگار نہیں ہے۔" تو اگر ملاقات کا یقین ہے اور یہ یقین ہے کہ مرنا ہے اور پھر دوبارہ اٹھایا جائے گا، پوچھا جائے گا تو اس کی تیاری آج کرنی پڑے گی، اس تیاری کے لیے اپنے وقت کو نکالنا پڑے گا۔ الحمد للہ رجوع الی القرآن کورس میں شرکت کے باعث مختصر وقت میں ہر چیز کھل کر سامنے آگئی کہ زندگی صرف گھر، گاڑی، کاروبار، بیوی بچے اور شادی بیاہ تک محدود نہیں ہے بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں پیدائش سے لے کر موت تک اسلام رہنمائی کرتا ہے۔

جائزہ لینا ہوگا کہ اس میں میرا کردار کیا ہے، میرا مقصد کہیں صرف بیوی بچے، گھر اور کاروبار کے گرد تو نہیں گھومتا۔ چونکہ میں بندہ ہوں اور مجھ سے بندگی کا تقاضا کیا گیا ہے :ــ

خدائے لم یزل کا دستِ قُدرت تُو، زباں تُو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گُماں تو ہے

تو کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ تعلق اللہ کے ساتھ، اس کی کتاب کے ساتھ، اس کے رسول کے ساتھ، رسول کے صحابہ کے ساتھ، تابعین، سلف صالحین اور بزرگانِ دین کے ساتھ مضبوط کیا جائے۔ اور اس تعلق کی مضبوطی کے لیے ایسے اساتذہ کی زیر نگرانی رہا جائے جو آپ کو ان سے جوڑ دے، اس فتنوں کے جنگل سے نکال کر صراطِ مستقیم پر ڈال دے۔ اور الحمد للہ رجوع الی القرآن کورس میں موجود ان اساتذہ کی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ زبان کے حجاب درمیان سے ہٹ جاتے ہیں، یہ ان کی دین سے محبت اور وفاداری ہے کہ جو عمل سے ظاہر ہے، اور انہوں نے اسی پر اپنی پوری زندگی گزاری بھی۔ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ جو ہماری تربیت ہوئی اور جو ہمارا مقصد، ہمارا نصب العین ہے وہ ہماری آنکھوں سے اوجھل نہ ہوجائے کیونکہ جس دن یہ آنکھیں بند ہوں گی حقیقت میں اس دن کھلیں گی۔

ماہانہ رپورٹ برائے آئینۂ انجمن

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

رجوع الی القرآن کورس سال اول تقریباً 38 طلبہ و طالبات اکیڈمی میں اور 27 طلبہ و طالبات آن لائن شریک ہیں۔ رجوع الی القرآن کورس کے تحت خصوصی محاضرات و لیکچرز کے ضمن میں ماہ رواں "میرا گھر میری ذمہ داری" زیر تدریس استاذ انجینئر نعمان اختر صاحب، "قرآن اور جہاد" زیر تدریس استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب، "امت مسلمہ کا عروج و زوال اور احیائی عمل کے تین گوشے" زیر تدریس استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب "منہج انقلاب نبوی ﷺ" زیر تدریس استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب "تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داری" زیر تدریس استاذ مولانا عبد الحئ مطمئن و استاذ مولانا قاضی احسان صاحبان منعقد ہوئے۔

علاوہ ازیں 10 تا 14 سال کے بچوں کے لیے ہفتہ وار "ایکٹیوویک اینڈ کورس" کلاسز جاری ہیں۔ اور 10 تا 16 سال کے لڑکوں کے لیے موسم سرما کی تعطیلات کے دوران چار روزہ ونٹر فیتھ اینڈ ٹیک کیمپ (Winter Faith & Tech Camp) کا انعقاد کیا گیا۔ ادارہ کے تمام اسٹاف کے لیے ہفتہ وار تربیتی کلاس کا انعقاد ہر بدھ کے دن صبح دس بجے کیا جاتا ہے۔ جس میں ماہِ رواں "معیشت کے حوالے سے اسلامی تعلیمات" کے موضوع پر گفتگو جاری ہے۔ جبکہ رجوع الی القرآن کورس کے طلبہ کے بیان کی تربیت کے لیے بعد نماز ظہر مطالعہ بیان القرآن جاری ہے۔ اور دراسات علوم دینیہ سال اول بھی 17 طلبہ و طالبات کی شرکت کے ساتھ بحمد اللہ جاری ہے۔

رواں ماہ قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر کے رجوع الی القرآن کورس کے طلبہ و طالبات کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کا مکمل تعارف و دورہ کروایا۔ جبکہ قرآن اکیڈمی ڈیفنس کے رجوع الی القرآن کورس کے طلبہ و طالبات نے کراچی کے دیگر تین مراکز قرآن اکیڈمی کورنگی، قرآن انسٹیٹیوٹ جوہر اور قرآن اکیڈمی یاسین آباد کا دورہ کیا۔

شعبۂ خواتین کے تحت بچیوں کے لیے ہفتہ وار Young Muslimah کورس جاری ہے۔ شام کے اوقات میں سیرت صحابیات، تجوید القرآن، تدبر القرآن، تزکیہ نفس اور قرآن اب آسان کے عنوان سے کورسز جاری ہیں۔ مدرسۃ القرآن کے تمام شعبہ جات میں الحمد للہ تدریس جاری ہے۔

رواں ماہ مسجد میں پہلا جمعہ ڈاکٹر الیاس صاحب، دوسرا اور چوتھا جمعہ شجاع الدین شیخ صاحب، جبکہ تیسرا جمعہ محمد نعمان صاحب نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

رجوع الی القرآن کورس سال اول سیکشن اے میں کل 41 طلبہ اور 75 طالبات اور سال اول سیکشن بی میں 26 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ جبکہ رجوع الی

القرآن کورس (سال دوم) میں 15 طلبہ اور 20 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ رجوع الی القرآن کورس کے تحت خصوصی محاضرات و لیکچرز کے ضمن میں "گھر میں دعوت کا کام کیسے؟" زیر تدریس استاذ ڈاکٹر انوار علی صاحب، "منہج انقلاب نبوی ﷺ" زیر تدریس استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب، "اجتماعیت اور بیعت کی اہمیت" زیر تدریس استاذ محمد ارشد صاحب اور "ابلیس کی مجلس شوریٰ" زیر تدریس استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب منعقد ہوئے۔

حلقات و دورات (short Courses) کے ضمن میں تقریباً 27 کورسز جاری ہیں، جن میں مطالعہ حدیث (اتوار)، تربیت برائے خادمین، مختصر درسِ حدیث (اہلِ محلہ / نمازی حضرات بعد نماز عصر از طلبہ پارٹ 22)، نماز سے متصل ترجمہ قرآن (بعد نماز ظہر) (اہلِ محلہ / نمازی حضرات از طلبہ پارٹ 1 سیکشن A-B اور پارٹ 2)، تجوید القرآن متصل نماز ظہر، دراسات دینیہ، قرآن حکیم کی صرفی و نحوی تحلیل، قصص النبیین، تجوید القرآن (سہ پہر)، سلسلہ وار دورۂ ترجمہ قرآن، خلاصہ مضامین قرآن (بعد فجر)، قرآن فہمی کورس (زیر اہتمام تنظیم اسلامی فیڈرل بی ایریا)، دورۂ ترجمہ قرآن (ہر جمعہ بعد نماز عشاء)، احکام و مسائل و طہارت و نماز (خواتین)، تذکیر بالقرآن کورس برائے خواتین، عربی گرامر برائے قرآن فہمی، مطالبات قرآن، علم و عمل کورس برائے طلبہ، علم و عمل لیول 1، علم و عمل لیول 2، علم و عمل لیول 3، عربی گرامر (سنڈے)، دروس اللغۃ العربیہ (جزو اول)، عربی تکلم کورس، خطاب سیرت النبی ﷺ (ہر منگل بعد نماز عشاء)، ختم نبوت کورس (ہر جمعرات بعد نماز عشاء) اور Winter Day Camp شامل ہیں، جن میں زیادہ سے زیادہ شرکا کی تعداد 107 تک رہتی ہے۔ علاوہ ازیں دراسات دینیہ اور قرآن حکیم کی صرفی و نحوی تحلیل و قصص النبین کے عنوان سے دو آن لائن کورسز بھی جاری ہیں۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے تحت شعبۂ حفظ کل وقتی میں درجہ حفظ کے 98 طلبہ اور درجہ قاعدہ کے 27 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ جنھیں ہفتہ وار آسان ترجمہ قرآن کی تدریس بھی کی جاتی ہے۔ شعبۂ مدرسۃ البنین والبنات (سہ پہر 2:30 تا 4:30) کے تحت درجہ قاعدہ میں 165 طلبہ و طالبات اور درجہ ناظرہ میں 111 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں جنھیں ہر جمعہ کے دن کلمے، مسنون دعائیں اور نماز کی عملی مشق کرانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مغرب تا عشاء حلقہ برائے ناظرہ قرآن حکیم میں اہل محلہ و گردو نواح سے تقریباً 27 حضرات تشریف لاتے ہیں۔

شعبۂ دعوت و تبلیغ کے تحت ادارہ کی مسجد میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر، شہادت علی الناس، 16 دسمبر اور کل کی ہولناکی اور ہماری ذمہ داری کے موضوعات پر بالترتیب محترم سید سلیم الدین صاحب، محترم خورشید انجم صاحب، محترم سید سلیم الدین صاحب اور محترم محمد ارشد صاحب نے خطبات جمعہ ارشاد فرمائے۔

شعبۂ تصنیف و تالیف کے تحت منتخب نصاب (تفصیلی ویڈیو) حصہ سوم کی تصحیح، ترتیب بمعہ فارمیٹنگ پر کام جاری ہے۔ علاوہ ازیں رسالہ آئینۂ انجمن (ماہ دسمبر) کو مکمل کیا گیا۔ میرا گھر میری ذمہ داری (کل سات لیکچرز) کی ترتیب و تالیف پر بھی کام جاری ہے۔ اور پیغام قرآن کی ویڈیوز (از مرحوم انجینئر نوید صاحب) کے ذیل میں سورۃ الحدید کی کمپوزنگ جاری ہے۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

رجوع الی القرآن کورس سال اول میں 09 حضرات 30 خواتین تسلسل کے ساتھ شرکت کر رہے ہیں۔ خصوصی محاضرات و لیکچرز کے ضمن میں "منہج انقلابِ نبوی ﷺ" زیر تدریس جناب ڈاکٹر محمد الیاس، "Islamic Softwares & Websites" زیر تدریس استاذ جناب ڈاکٹر اسرار علی

صاحب، "امتِ مسلمہ کا عروج وزوال اوراحیائی عمل کے تین گوشے" زیر تدریس استاذ جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب، "گھر میں دعوت کا کام کیسے ؟" زیر تدریس استاذ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب، "جہاد فی سبیل اللہ" زیر تدریس استاذ جناب انجینئر سید نعمان اختر صاحب، "ابلیس کی مجلس شوریٰ" زیر تدریس استاذ جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب اور "فتنہ قادیانیت، تحفظ ختم نبوت ﷺ اور ہماری ذمہ داری" زیر تدریس ختم نبوت ﷺ کے مبلغ مولانا عبدالحئی مطمئن صاحب منعقد ہوا۔

الحمدللہ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں شعبۂ بنین کے درجہ حفظ میں 40 جبکہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 97 طلبہ اور شعبۂ بنات میں 128 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ دورانِ ماہ شعبۂ حفظ میں 3 طلبہ نے تکمیلِ حفظِ قرآن اور ایک طالب علم نے تکمیل ناظرہ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ شعبۂ خواتین میں ناظرہ قرآن کی کلاس جاری ہے جس میں تقریباً 27 خواتین زیر تعلیم ہیں۔ شعبۂ بنات میں طالبات کے لیے "دعا کے آداب، حضرت محمد ﷺ سے محبت، عشرہ مبشرہ، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، اللہ تعالیٰ کی محبت، حضرت آدم کی تخلیق، دوستی کے آداب، اسلام میں عورت کا مقام" کے موضوعات پر خصوصی و تربیتی لیکچرز منعقد ہوئے۔

حلقات و دورات دینیہ کے ضمن میں تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کے تحت قرآن اکیڈمی کورنگی میں بعد نمازِ مغرب حضرات کے لیے عربی گرامر زیر تدریس حافظ ریان بن نعمان صاحب جاری ہے۔ جب کہ "ہفتہ وار قرآن فہمی کورس" میں 08 حضرات، اور شعبۂ خواتین کے تحت جاری امور خانہ داری و تربیتی کورس میں 12 خواتین شرکت کر رہی ہیں۔

دعوت و تبلیغ کے ضمن میں شعبۂ خواتین کے تحت "سفرِ آخرت کی پہلی منزل-قبر" کے موضوع پر ماہانہ درس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں 50 خواتین نے شرکت کی۔

دی ہوپ اسلامک اسکول

مؤرخہ 22 نومبر 2024ء "تعلیمی سرگرمی" کا انعقاد کیا گیا۔ 16 دسمبر 2024ء کو "سقوطِ ڈھاکہ" کی مناسبت سے پروگرام منعقد ہوا۔ مؤرخہ 20 دسمبر 2024ء "تعلیمی سرگرمی" کا انعقاد کیا گیا۔

کراچی بورڈ کے امتحانات میں دی ہوپ اسلامک اسکول کی نہم جماعت کے 22 طلبہ و طالبات نے A+ اور 10 طلبہ و طالبات نے A گریڈ حاصل کیا، جس میں سے ایک طالبہ 92 فیصد اور ایک طالبِ علم 86 فیصد نمبرات حاصل کر کے نمایاں رہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

الحمدللہ رجوع الی القرآن کورس میں تدریس کا عمل جاری ہے، اس کورس میں 45 طلبہ اور 48 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کا عروج وزوال (ڈاکٹر محمد الیاس)، منہج انقلاب نبوی ﷺ (ڈاکٹر محمد الیاس)، جہاد فی سبیل اللہ (ڈاکٹر انوار علی)، عقیدۂ ختم بنوت (مولانا عبدالحئی صاحب) اور گھر میں دعوت کا کام کیسے کریں؟ (ڈاکٹر انور علی) کے عنوان پر خصوصی محاضرات بھی منعقد ہوئے۔ ہفتہ وار قرآن فہمی کورس (برائے حضرات و خواتین)، آسان عربی گرامر کورس بذریعہ واٹس ایپ (Batch 01) مکمل ہونے کے بعد (Batch 02) اور (Batch 03) جاری ہیں۔ تصنیف و تالیف کے ضمن میں استاذ جناب محمد ایاز ایوب صاحب نکاح تربیتی کورس اور انجمن خدام القرآن میں جاری سرگرمیوں کا خاکہ بھی تیار

کررہے ہیں۔ بعد نماز فجر درس قرآن وحدیث کا سلسلہ اور بعد نماز عصر درس حدیث کا سلسلہ جاری ہے۔ خطاب جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب حاصل کررہے ہیں۔ مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ وناظرہ بچوں کے لیے جاری ہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

الحمدللہ صبح کے اوقات میں رجوع الی القرآن کورس بحسن وخوبی جاری ہے۔ بروز ہفتہ دوپہر کے اوقات میں ترجمہ وتفسیرِ قرآن کی کلاس جاری ہے۔ مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ وناظرہ کے تحت صبح 9 تا 12 بجے اور دوپہر ظہر تا عصر بچوں کے لیے قاعدہ وناظرہ قرآن کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔ بعد نمازِ مغرب بالغان کے لیے تجوید کی کلاس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب ادارہ ہذا میں درسِ قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ بروز اتوار دوپہر کے اوقات میں حضرات کے لیے عربی گرامر شارٹ کورس جاری ہے۔ بروز اتوار صبح کے اوقات میں بچوں اور بچیوں کے لیے مطالعۂ قرآنِ حکیم کورس جاری ہے۔ دوپہر کے اوقات میں نوجوانوں کے لیے دینی ودنیوی مضامین پر مشتمل The Faith line کے عنوان سے شارٹ کورس جاری ہے۔ ماہِ دسمبر میں بذریعہ واٹس ایپ دو (2) کورسز تجوید القرآن اور مطالباتِ قرآن کا آغاز کیا گیا۔ ماہِ دسمبر کے آخری عشرے میں سردیوں کی چھٹیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بچوں اور بچیوں کے لیے ایک ہفتے پر مشتمل Winter Course کا انعقاد کیا گیا، جس میں دینی تعلیمات کے ساتھ مسئلہ فلسطین اور مسجدِ اقصیٰ کی مختصر تاریخ بھی بچوں کو پڑھائی گئی نیز بچیوں کو کیلیگرافی بھی سکھائی گئی۔ ادارہ ہذا کے شعبۂ سندھی کے تحت رواں ماہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کتابچے "انفرادی نجات اور اجتماعی فلاح کے لیے قرآنِ حکیم کا لائحہ عمل اور خلافت کی حقیقت" کی کمپوزنگ پر کام جاری ہے۔

قرآن مرکز لانڈھی

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 55 جبکہ درجہ قاعدہ وناظرہ میں 51 طلبہ اور شعبہ بنات میں 52 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ مدرسہ البنین میں بزم طلبہ کا انعقاد کیا گیا جس میں طلبہ نے قراءت، حمد ونعت میں حصہ لیا۔ ناظرہ کے طلبہ کا جائزہ منعقد کیا گیا۔ شعبہ دعوت وتبلیغ کے تحت ہفتہ وار مجلس تذکیر بالقرآن میں قرآن حکیم کی پانچویں منزل "سورہ سبا" کا مطالعہ جاری ہے۔ ناظم مرکز ومقامی امیر محمد ہاشم صاحب مدرس کی ذمہ داری ادا فرماتے ہیں۔

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن کے قیام کے بعد اس کو انجمن خدام القرآن کے نام منتقل کرنے کا عمل جاری ہے۔ رضوان حفیظ خان صاحب کو 29 نومبر 2024ء کو ادارے کے مدیر کی ذمہ داری دی گئی۔ دسمبر کے مہینے میں مقامی تنظیم کے تحت Quran Made Easy کے عنوان سے کلاسز کا انعقاد کیا گیا جس میں 30 سے 40 رفقا اور احباب کی حاضری ہورہی ہے۔

اس مہینے 4 حضرات وظیفے کے ساتھ اور 3 حضرات رضا کارانہ طور پر انسٹیٹیوٹ کا حصہ بنے۔ ایک سالہ کورس کے لیے 5 رضا کارانہ طور پر شامل ہونے کے لیے تیار ہیں۔ نیز ضروری مشاورت کے بعد ام عائشہ کو خواتین کی نظامت کی ذمہ داری دی گئی۔ جس کا آغاز رمضان کے بعد ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ ناظرہ اور حفظ کلاسز کا آغاز 1 جنوری 2025ء سے ہورہا ہے، اس کے لیے تشہیری کام جاری ہے۔ اور کچھ داخلے بھی ہوچکے ہیں۔

انجمن خدّام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد منبع ایمان اور سرچشمۂ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہوجائے اور اس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہوسکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

- عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔
- قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔
- علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت۔
- ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیمِ قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنا لیں، اور
- ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کرسکے۔

☆☆☆

مرکزی دفتر B – 375، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021